صوت
النجف الاشرف

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

ماہانہ علمی سماجی رسالہ شمارہ۹ ماہ رمضان مبارک ۱۴۳۵ ھ

فہرست

5 روزہ اور تذکیہ نفس

9 کردارِ خدیجہؑ میں ثروت مندوں کے نام پیغام

11 روزہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت

14 صلح امامِ حسن علیہ السلام اور امتِ اسلامیہ

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

سماحۃ الشیخ علی النجفی

نائب مدیر

نصیر الدین

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید تنویر عباس رضوی

سید نسیم نقوی

معاون

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

لیاقت حسین

فوٹو گرافر

حسین الجبوری

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لیے، ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647601601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

توبہ ہر ایک پر واجب ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر وہ شخص کہ جو معصوم نہیں ہے وہ زندگی کی راہ میں پڑے ہوئے گناہوں سے ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہیں ہے عام انسان کبھی نہ کبھی کسی صغیرہ یا کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو ہی جاتا ہے ، کم از کم یہ ضرور ہوتا ہے کہ عام انسان یا تو کسی صغیرہ گناہ سے ٹھوکر کھا کر گرتا ہے یا کسی گناہ کے ارتکاب کے بارے میں سوچتا ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ خدا اپنی رحمت کے صدقے اس کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے لیکن گناہ کرنا یا اس کے ارتکاب کا سوچنا ایسی چیز ہے کہ جس سے انسان خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور خدا کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے۔ پس ہر وہ آدمی جو معصوم نہیں ہے وہ توبہ اور طلب مغفرت کا محتاج ہے اور کسی شخص کا یہ سوچنا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہے اور نہ ہی اسے توبہ و استغفار کی ضرورت ہے ۔

کوئی چاہے اپنے آپ کو کتنا ہی بے گناہ سمجھے کم از کم اتنا ضرور ہے کہ جس طرح سے خدا کی عبادت کرنے کا حق تھا اسے اس نے ادا نہیں کیا۔ پس ہم میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ خدا سے اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرے بلکہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا تو تقاضہ یہ ہے ہر انسان ہمیشہ خدا سے اپنے گناہوں ، اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا رہے اور تا حیات طلب مغفرت میں مشغول رہے۔ خدا نے اپنے مخلص بندوں سے مغفرت اور بخشش کا وعدہ کر رکھا ہے لہٰذا ہمیں ہمیشہ طلب مغفرت کے ساتھ ساتھ خدا سے معافی و بخشش کی امید بھی رکھنی چاہیئے ۔

فقط خدا کی ذات ہی ایسی ہے کہ جو ہر قسم کی کمی اور نقص سے پاک اور منزہ ہے اور جتنی بھی مخلوق ہے اس میں کوئی نہ کوئی نقص اور کوئی نہ کوئی کمی ضرور ہے لہٰذا ہر مخلوق اپنی اس کمی کی وجہ سے اس ذات کی طرف محتاج ہے کہ جو ہر نقص اور ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔ پس ہر مخلوق اپنے اندر موجود کمی و نقص کو دور کرنے اور کمال کی عالی منزلوں کو حاصل کرنے کے لئے خالقِ کائنات کی محتاج ہے ۔ مخلوق ہونے کے ناتے چاہے کوئی کتنا ہی بلند مرتبہ ہو جائے ، چاہے کوئی کتنی ہی فضیلتوں اور عظمتوں کا مالک بن جائے اس کے اندر مختلف حوالوں سے موجود کمیاں اسے خدا کے دربار میں حاجت مندوں کے دائرہ میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں انسان کے اندر مختلف نقائص کی موجودگی انسان سے ان نقائص سے خروج اور ان کے خاتمے کا تقاضہ کرتی ہے اور ان نقائص سے خروج انسان کے مسلسل خدا کے ساتھ تمسک ، قدرت الٰہی سے نیاز مندی اور رحمت خداوندی میں انجذاب کا تقاضہ کرتا ہے۔ پس جتنا زیادہ انسان کے اندر فضیلت کی کمی کا احساس جاگے گا اتنا زیادہ اسے عالی مراتب اور کمال کی منزلوں سے دوری کا احساس ہوگا اور جتنا زیادہ اس کے اندر عالی منزلت سے دوری کا احساس جنم لے گا اتنا ہی اس میں نہ ختم ہونے والی بلندیوں کے حصول کا شوق پیدا ہوتا چلا جائے گا اور اس سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو مغفرت و رحمت کا زیادہ سے زیادہ محتاج قرار دے گا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے اولیاء ہر وقت طلبِ رحمت اور مغفرت کی دعائوں میں مشغول رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے دل حزن و ملال سے بھرے رہتے ہیں کیونکہ وہ طلبِ مغفرت و رحمت کے ذریعے جب بھی کسی نقص یا کمی سے باہر آتے ہیں یا کسی خاص منزلت کو حاصل کرتے ہیں تو ان کے اندر مزید عالی مراتب کے حصول کا شوق اور اپنے اندر کمیوں اور نقائص کا احساس اجاگر ہو جاتا ہے۔

گرمی کے روزے معصومین علیہم السلام کی نظر میں

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع مَنْ صَامَ لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْماً فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَأَصَابَهُ ظَمَأٌ- وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ أَلْفَ مَلَكٍ يَمْسَحُونَ وَجْهَهُ وَ يُبَشِّرُونَهُ- حَتَّى إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ- مَا أَطْيَبَ رِيحَكَ وَ رَوْحَكَ- مَلَائِكَتِي اشْهَدُوا أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ.

(وسائل الشیعة؛ ج۱۰، ص: ۴۰۹)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو گرمی کی شدت میں اللہ تعالی کے لئے روزہ رکھے اور اسے سخت پیاس لگے تو اللہ تعالیٰ ایک ہزار فرشتوں کو مقرر کرتا ہے کہ جو اس روزے دار کے منہ کا مسح کرتے ہیں اور اسے بشارت دیتے ہیں اور جب وہ افطار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتنی ہی پاک تیری خوشبو اور روح ہے اے میرے فرشتو! گواہ رہنا میں نے اس کو معاف کردیا ہے۔

قَالَ الصَّادِقُ ع أَفْضَلُ الْجِهَادِ الصَّوْمُ فِي الْحَرِّ.

(بحار الأنوار؛ ج۹۳، ص: ۲۵۶)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ افضل ترین جہاد گرمی میں روزہ رکھنا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ ع أَنَّهُ قَالَ: حُبِّبَ إِلَيَّ الصَّوْمُ بِالصَّيْفِ

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل؛ ج۷، ص: ۵۰۵)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے لئے پسندیدہ روزہ گرمی کا روزہ ہے۔

فِي حَدِيثِ وَفَاةِ مَرْيَمَ أَنَّ عِيسَى ع نَادَاهَا بَعْدَ مَا دُفِنَتْ فَقَالَ يَا أُمَّاهُ هَلْ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى الدُّنْيَا قَالَتْ نَعَمْ لِأُصَلِّيَ لِلَّهِ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الْبَرْدِ وَ أَصُومَ يَوْماً شَدِيدَ الْحَرِّ يَا بُنَيَّ فَإِنَّ الطَّرِيقَ مَخُوفٌ

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل؛ ج۷، ص: ۵۰۶)

حدیث میں ہے کہ جب جناب مریم سلام اللہ علیہا کی وفات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے دفن ہونے کے بعد ان کو ندا دی اور فرمایا کہ اے میری ماں! کیا آپ واپس دنیا میں آنا چاہتی ہیں؟ تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے فرمایا ہاں میں دنیا میں فقط اس وجہ سے آنا پسند کروں گی تاکہ سردی کی سخت راتوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں اور سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھوں اے میرے بیٹے راستہ بہت پر خطر ہے۔

قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ع: مِنْ سَوَابِقِ الْأَعْمَالِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِلَى أَنْ قَالَ وَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ وَ الصَّوْمُ فِي الْيَوْمِ الْحَارِّ

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل؛ ج۷، ص: ۵۰۶)

امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھے ترین اعمال میں یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہاں تک آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ سخت سردی کی رات میں وضوء کرنا اور گرمی کے دن روزہ رکھنا بھی انہی اعمال میں شامل ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص: الصَّوْمُ فِي الْحَرِّ جِهَادٌ

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل؛ ج۷، ص: ۵۰۵)

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گرمی میں روزہ رکھنا جہاد کی فضیلت رکھتا ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّهُ قَالَ: حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ إِطْعَامُ الضَّيْفِ وَ الصَّوْمُ بِالصَّيْفِ وَ الضَّرْبُ بِالسَّيْفِ

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل؛ ج۱۶، ص: ۲۵۹)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزوں سے محبت ہے مہمان کو کھانا کھلانا، گرمی کے موسم کا روزہ اور تلوار سے جہاد کرنا۔

روزہ اور تذکیہ نفس

شیخ ضیغم عباس نجفی

انسان کا مقصدِ تخلیق عبادت الٰہی ہے اور عبادت کا مقصدِ وحید تقویٰ اور للاہیت کا حصول ہے۔عبادت اگر بطور عادت کی جائے تو اس سے واجب تو کسی حد تک ادا ہوجاتا ہے لیکن اگر یہی عبادت صدق و اخلاص ان تعبد اللہ کانک تراہ کے شعور سے کی جائے تو انسان قرب کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے کہ یہاں سے ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کی ایمان افروز صدائیں آنے لگتی ہیں۔ روزہ ہی ایک منفرد عبادت ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ (مستدرک الوسائل ج ۷ ص ۵۰۳)

اسی طرح روزہ ایک مسلمان کو دوسروں کی بھوک ، غربت اور افلاس کا احساس کرنے کی تڑپ پیدا کرتاہے یہ انسان تنگ دست اور بھوک کی ماری مخلوق خدا کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے نیز روزہ انسان کو باطنی طہارت کا سامان بھی فراہم کرتا ہے اس کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ پیدا کرنا ہے تاکہ بندہ مؤمن ہر طرح کی آلائشوں اور غلاظتوں سے پاک ہوکر معاشرے کا ایک اچھا اور دوسروں کا خیال رکھنے والا فرد بنے اس سے ایک پاکیزہ معاشرے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

روزے کا تصور کم و بیش دنیا کے ہر مذہب میں مختلف شکلوں میں موجود رہا ہے مگر اسلام نے اپنی دیگر تمام تعلیمات کی طرح اس میں اعتدال اور توازن برقرار رکھا ہے اسی فریضے کی اصل روح لوگوں تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ اسے عام فہم انداز میں لوگوں کے سامنے بیان کیاجائے۔

لغوی و شرعی اعتبار سے روزے سے کیا مراد ہے؟

روزے کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں صوم کے لغوی معنی رکنے کے ہیں شرع کی رو سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک محرمات روزہ سے رکنے کا نام روزہ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ثابت ہے:

وَ كُلُوا وَ اشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيامَ إِلَى اللَّيْلِ

اوراس وقت تک کھا پی سکتے ہوجب تک فجر کا سیاہ ڈورا ،سفید ڈورے سے نمایاں نہ ہو جائے۔ اس کے بعد رات کی سیاہی تک روزہ کو پورا کرو۔ (سورہ بقرہ ۱۸۷)

یہاں پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ آپ آیت کریمہ میں خیط ابیض اور خیط اسود کا لفظ آیا ہے تو مفسرین نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ خیط ابیض سے مراد صبح صادق ہے اور خیط اسود سے مراد صبح کاذب ہے یعنی روزے رکھنے کی ابتداء صبح صادق سے شروع ہوتی ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں روزے کی فرضیت و فضیلت

قرآن حکیم میں روزے کی فرضیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيامُ كَما كُتِبَ عَلَى الَّذينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔(سورہ بقرہ۱۸۳)

امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے منقول ہے کہ :

وَ قَالَ فَرَضَ اللَّهُ ۔۔۔الصِّيَامَ ابْتِلاَءً لِإِخْلاَصِ الْخَلْقِ
خداوندِ عالم نے لوگوں کے روزے کو لوگوں کے خلوص کی آزمائش کے لئے فرض کیا ہے ۔(نهج البلاغة حکمت ٢٥٢)

ایک مقام پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ :أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع عَنْ عِلَّةِ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنَّمَا فَرَضَ اللَّهُ الصِّيَامَ لِيَسْتَوِيَ بِهِ الْغَنِيُّ وَ الْفَقِيرُ وَ ذَلِكَ أَنَّ الْغَنِيَّ لَمْ يَكُنْ لِيَجِدَ مَسَّ الْجُوعِ فَيَرْحَمَ الْفَقِيرَ لِأَنَّ الْغَنِيَّ كُلَّمَا أَرَادَ شَيْئاً قَدَرَ عَلَيْهِ فَأَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَ خَلْقِهِ وَ أَنْ يُذِيقَ الْغَنِيَّ مَسَّ الْجُوعِ وَ الْأَلَمِ لِيَرِقَّ عَلَى الضَّعِيفِ وَ يَرْحَمَ الْجَائِعَ.
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزے کی علت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا :روزہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مالدار اور فقیر سب برابر ہو جائیں کیونکہ مالدار جب تک بھوک کا مزہ نہ چکھ لے وہ فقیر کے اوپر رحم نہیں کرتا چونکہ جو اس کا دل چاہتا ہے وہ اسے حاصل کرلیتا ہے لہٰذا خداوندِ عالم نے یہ چاہا کہ اس کی تمام مخلوقات کے درمیان مساوات پیدا ہوجائے اور مالدار بھی بھوک کا مزہ اور درد چکھ لے تاکہ اس کا دل بھی کمزوروں کے لئے نرم پڑ جائے اور بھوکوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے ۔ (وسائل الشیعہ ج ١٠ص ٧)

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ :وَ قَالَ ع نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَ صَمْتُهُ تَسْبِيحٌ وَ دُعَاؤُهُ مُسْتَجَابٌ وَ عَمَلُهُ مُضَاعَفٌ.
روزے دار کا سونا عبادت ،سانس تسبیح اور دعا مستجاب ہے نیز اس کے عمل اجر دگنا ہو جاتا ہے۔(بحار الانوار (ط - بیروت) / ج ٩٣ ص : ٢٤٦)

ایک اور مقام پر رسول اسلام ﷺ سے روایت ہے کہ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص الصَّائِمُ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَ إِنْ كَانَ نَائِماً عَلَى فِرَاشِهِ مَا لَمْ يَغْتَبْ مُسْلِماً.
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار عبادت الٰہی میں مصروف رہتا ہے چاہے وہ سو رہا ہو البتہ جب تک وہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے ۔ (بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج٩٣ ص : ٢٤٦)
یعنی غیبت روزے کے ثواب اور اس کی عبادت میں خلل پیدا کرتی ہے

روزے کی حد

روایات میں روزے کی حد کو یوں بیان کیا گیا ہے :سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ أَنْ لَا يَأْكُلَ الْإِنْسَانُ وَ لَا يَشْرَبَ فَقَطْ وَ لَكِنْ إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَ بَصَرُكَ وَ لِسَانُكَ وَ بَطْنُكَ وَ فَرْجُكَ وَ احْفَظْ يَدَكَ وَ فَرْجَكَ وَ أَكْثِرِ السُّكُوتَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ وَ ارْفُقْ بِخَادِمِكَ.
امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ :روزہ صرف کھانے پینے سے نہیں ہے کہ انسان صرف کھانا پینا چھوڑ دے بلکہ جب تک تم روزہ رکھ لو تو پھر تمہاری آنکھ ، کان ، زبان پیٹ اور شرمگاہ کو بھی روزے دار ہونا چاہئے اور اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو بچا کر رکھو اور نیک باتوں کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خاموش رہو اور اپنے خادموں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ (وسائل الشيعة / ج١٠ ص : ١٦١)

روزہ کس سن ہجری میں فرض ہوا؟

روزے کی فرضیت کا حکم سن ٢ہجری میں تحویل قبلہ سے کم و بیش دس پندرہ روز بعد نازل ہوا آیت روزہ شعبان کے مہینے میں نازل ہوئی جس میں رمضان کو ماہ صیام قرار دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا :
شَهْرُ رَمَضانَ الَّذي أُنْزِلَ فيهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَ بَيِّناتٍ مِنَ الْهُدى وَ الْفُرْقانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ
رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ایسے دلائل پر مشتمل ہے جو ہدایت اور(حق و باطل میں) امتیاز کرنے والے ہیں، لہٰذا تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ روزہ رکھے۔(سورہ بقرہ ١٨٥)

کیا روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا ؟
جی ہاں ! روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا :
يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيامُ كَما كُتِبَ عَلَى الَّذينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو ۔(سورہ بقرہ١٨٣)
اس ضمن میں ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ :سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ لَمْ يَفْرِضِ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ قَبْلَنَا فَقُلْتُ لَهُ فَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيامُ كَما كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ- قَالَ إِنَّمَا فَرَضَ اللَّهُ صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ- عَلَى الْأَنْبِيَاءِ دُونَ الْأُمَمِ فَفَضَّلَ بِهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ وَ جَعَلَ صِيَامَهُ فَرْضاً عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ص وَ عَلَى أُمَّتِهِ.
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ ہم سے پہلی امتوں پر فرض نہیں کیا گیا حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے قرآن میں یہ جو فرمایا ہے کہ کما کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے اللہ تعالی نے روزے فقط انبیاء علیھم السلام پر فرض کئے تھے امتوں پر فرض نہیں کئے تھے اللہ تعالی نے امت محمدی کو یہ فضیلت دی ہے کہ روزہ ان کے نبی اکرم ﷺ اور ان کی امت پر فرض کیا ہے۔ (وسائل الشيعة ج١٠ص٢٤٠)

روزے کے مقاصد

دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیم کوئی محض تعلیم نہیں بلکہ بے شمار حکمتوں سے معمور ہے اس کے فرائض و واجبات کی عمارت روحانی ،اخلاقی اور اجتماعی و مادی فوائد ومنافع کے ستونوں پر قائم ہے جس کی وضاحت صحیفہ الٰہی نے جگہ جگہ کر دی ہے چنانچہ روزے کے مقاصد و اغراض کو انتہائی جامعیت کے ساتھ تین فکروں میں بیان کیا ہے :
١: لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَئكُم
تاکہ خدا نے جو ہدایت تمہیں بخشی اس پر اس کی بڑائی و عظمت کا اظہار کرو۔(سورہ بقرہ ١٨٥)
٢: وَ لَعَلَّكُم تَشكُرُون
اور تاکہ اس ہدایت کی یافت پر اس کے شکر گزار بن جاؤ۔(سورہ بقرہ ١٨٥)
٣: لَعَلَّكُم تَتَّقُونَ
تاکہ تم متقی بنو۔(سورہ بقرہ ١٨٣)
روزہ در اصل اللہ تعالی کے اس عظیم احسان کا شکرانہ اور احساس شناس کا احساس ہے جو کتاب ربانی اور ہدایت روحانی کی صورت میں انسان کو ان

ایام میں عطا ہوئی ہے جس سے اسے شیطان سے آدمی ،خاکی سے نوری اور ذلت و پستی کی عمیق غاروں سے نکال کر اوجِ کمال تک پہنچا دیا جس نے جہالت کو علم و معرفت سے ،نادانی کو حکمت و دانائی سےاور ان کی تاریکی کو روشنی سے بدل دیا جس نے اس کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیااور خیر وبرکت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا جس نے ذرے کو آفتاب کر دیا۔قرآن مجید کے یہ الفاظ یہ اس حقیقت کے غماز ہیں وَ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَئكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ یعنی یہ رمضان کے روزے اس لئے فرض ہوئے ہیں تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کے شکر گزار بندے بنو کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی اس تعلیم ربانی اور ہدایت روحانی کی شکر گزاری سے کہ مسلمانانِ عالم اس بابرکت مہینے کی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

تقویٰ الٰہی

روزے کا سب سے بڑا اہم اور روحانی مقصد حصول تقویٰ ہے اور تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد دل گناہوں سے شرماتا اور نیک باتوں کی طرف بے تابانہ لپکتا ہے ۔ روزے کا اصل مقصد انسان کی اندریہی کیفیت پیدا کرنا ہے انسانی قلوب میں اکثر گناہوں کے جذبات بے جا شہوات سے جنم لیتے ہیں روزے کی حالت میں جن شہوتوں سے روکا گیا ہے وہ بنیادی طور پر صرف دو ہیں ایک شہوت نفس اور دوسری شہوت شکم ان شہوتوں کی حیاتِ انسانی میں جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے بقیہ ساری شرائطیں انہی دو کے تابع ہیں ۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ان جوانوں کا علاج جو اپنی کسی مجبوری کی بناء پر نکاح نہیں کر سکتے روزے کو تجویز کیا ہے اس صراحت کے ساتھ کہ روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کا بہترین آلہ ہے ۔

تذکیہ نفس

روزے سے متعلق احادیث پہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ نفس کشی کا نام نہیں بلکہ ضبطِ نفس ہے ۔

گویا روزہ صرف حصولِ تقویٰ کاذریعہ ہی نہیں بلکہ اس کی وہ حقیقت بھی سمجھاتا ہے جو عام طور پر بہت کم جانی اور سمجھی جاتی ہے تقویٰ کا یہ مفہوم بالکل غلط ہے کہ نفس کو جتنا مارا جائے تقویٰ کا اتنا ہی اونچا مقام حاصل ہوجائے گا تقویٰ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نفس کو سرکش ہونے اور من مانی کرنے سے روک کر احکام الٰہی کا پابند بنا دیا جائے۔

لہٰذا اس ماہ صیام سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اور آپ پہلے ہی دن سے مضبوط ارادے کے ساتھ اس ربانی مدرسے میں داخل ہوں ہر وقت اپنی توبہ اور انابت کی تجدید کریں بالخصوص شبہائے قدر میں خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کریں اور بالخصوص وہ دعائیں جو آئمہ علیھم السلام سے منقول ہیں یا دعائے ابو حمزہ ثمالی ہے ان کو زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے ۔ غور و تدبر کے ساتھ کتاب الٰہی کی تلاوت کریں نفس کو روزے کے ثمرات سے لذت آشنا کریں اپنی روح کو مادیت کے فتنے سے بچانے کی کوشش کریں اور دعا کریں کہ ہم اور آپ سب ان بدبختیوں میں سے نہ ہوں کہ رمضان المبارک کا عظیم مہینہ اپنی رحمتیں سمیٹ کر ہم سے جدا ہوجائے اور ہماری گردن اسی طرح گناہوں سے لدی ہوئی ہو ۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ:عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ

روزہ رکھو کیونکہ وہ جہنم سے محفوظ ہونے کی سپر ہے۔(دعائم الاِسلام / ج ۱ ص : ۲۶۸)

پیغمبر اسلام ﷺ نے روزے کو سپر اس لئے قرار دیا ہے کہ روزے کی وجہ سے انسان کی دو مضبوط قوتیں یعنی شہوت اور غضب اس کے قابو میں رہتی ہیں اور اگر یہ دونوں بے قابو رہیں تو انسان کو گمراہی اور بھیانک تباہی کے منہ میں جھونک سکتی ہیں اس لئے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ :الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا

روزہ اس وقت تک سپر ہے جب تک اسے پارہ پارہ نہ کیا جائے یعنی اسے باطل نہ کیا جائے۔(المجازات النبوية المجاز(۲۴۳))

روزے کے دوران ہمیں اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ آیا ہم روزے کے اثرات سے فی الواقع فیضیاب ہو بھی رہے ہیں یا نہیں ۔ اگر روزے ہمارے اندر تقویٰ الٰہی کو پروان نہ چڑھا رہے ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے کھانے پینے کے اوقات میں تبدیلی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا ۔

روزہ ایک منفرد عبادت

روزہ جیسی عبادت کے لئے چند ایک ایسی خصوصیات ہیں کہ جو تمام جسمانی و مالی عبادت میں نہیں پائیں جاتیں ان میں سے ہم بعض کا ذکر کریں گے:

پہلی خصوصیت: اپنی معاشی اور زندگی کے دنیاوی کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود روزہ دار صبح فجر کے صادق سے لے کر افطار تک عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ پس یہ وہ واحد عبادت ہے کہ جس میں بندہ بہت سارے دنیاوی کاموں کو عبادت کے ساتھ انجام دیتا ہے۔

دوسری خصوصیت: روزہ دار بندہ روزے کی حالت میں تسبیح و تقدیس کرنے والا شمار ہوتا ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ روزے دار کا سانس لینا بھی تسبیح ہوتا ہے۔

اور ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ کہ تسبیح کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی کو نامناسب اور جو کام اس کے لائق نہیں ہیں سے پاک و منزہ ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اور اس پر ثابت قدم رہا جائے اور یہ معنی اپنے وجود حقیقی میں اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک ہم اللہ تعالی کے تمام واجب کردہ کاموں کی پیروی نہ کریں اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے دور نہ رہیں اور اس طرح کی تسبیح کا غیر معصوم انسان سے اس کے فعل اختیاری سے صادر ہونا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اکثر طور پر انسان کے اعمال میں کمی و خامی رہ جاتی ہے۔ لیکن روزے دار کا سانس کہ جو اس کی مجبوری ہے کے بارے میں کہا گیا وہ تسبیح ہے پس وہ اسی معنی میں تسبیح ہونی چاہئے پس اللہ تعالی کا حقیقی معنی میں روزے دار کے سانس کو تسبیح قرار دینا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ تعالی نے اپنی طرف سے یہ احسان کیا ہو کہ روزے دار کی سانس کو تسبیح کے حقیقی معنی کا مقام دے دیا ہو۔ پس ہم غور کریں کہ کتنا بڑا احسان ہے اور کتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اللہ سبحانہ نے روزے دار کو عطا کی اور کتنا ہی بڑا یہ لطف الہی ہے اور کتنی وسیع نعمت ہے۔ بے شک اللہ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے۔ سبحان اللہ۔

تیسری خصوصیت: یہ عبادت انسان کو اللہ کی طرف جانے والو ں کی صف میں قرار دیتی ہے جب تک انسان گناہ نہ کرے۔ پس وہ اللہ کے قرب میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اگرچہ وہ سو رہا ہو یا غفلت میں ہو یا کوئی اور مباح کام کر رہا ہو اور یہ خصوصیت بہت کم ہی عبادت میں پائی جاتی ہے۔

چوتھی خصوصیت: اس عبادت میں جسمانی و نفسانی ورزش، مشقت کے برداشت کرنے پر طاقت و ارادہ میں اضافہ جیسی خصوصیات شامل ہیں جیسا کہ یہی عبادت انسان کو پیاس کی شدت محسوس کرا کر اسے محشر کے دن کی پیاس یاد دلاتی ہے اور اس کے لئے روزہ دار کو آمادہ کرتی ہے اور بھوک کی وجہ سے اس کو مؤمن غرباء اور فقراء کی بھوک کے درد کے احساس کی یاد آتی ہے اور اس طرح حقیقی انسانیت کا مفہوم اس کے لئے مزید واضح ہوتا ہے اور اجتماعی کاموں میں شریک ہوکر مدد اور تعاون کرنے کی رغبت بڑھ جاتی ہے جو کہ انسانی زندگی کا اہم ترین رکن ہے۔

پانچویں خصوصیت: روزے کی عبادت مالدار اور امیر شخص کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ ہر وہ فرد جو بیمار نہ ہو اور روزے کے موانع اختیاری و قہری در پیش نہ ہوں وہ روزے کی برکات حاصل کرسکتا ہے پس یہ زکات وحج اور جہاد کی طرح نہیں ہے کہ جو چند قسم کے لوگوں کے ساتھ خاص ہیں اوران کے علاوہ دیگر لوگ ان سے محروم ہیں۔

یہاں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں سے روزہ بہت بڑی نعمت ہے پس یہ کوئی مصیبت و جرمانہ یا قرض یا دنیا کی لذات سے محروم ہونے کا نام نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ ایسا سوچتے ہیں۔

شیخ قیصر عباس نجفی

کردارِ خدیجہؑ میں ثروت مندوں کے نام پیغام

قال رسول اللہ ﷺ ماقام ولااستقام الدین الا بسیف علی و مال خدیجۃ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دین اسلام کو استحکام اور مضبوطی جو نصیب ہوئی یہ نتیجہ ہے علی کی تلوار اور حضرت خدیجہ کی دولت کا۔

اسی نقطہ کی وضاحت سلمان کتانی جو کہ ایک مشہور و معروف عربی مصنف اور دانشمند ہے اس کے مطابق پیغمبر خدا ﷺ اسلام کے بانی ہیں اس اسلام کی جڑوں کو حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر نے اور جنابِ خدیجہ علیھا السلام کی دولت نے مضبوط کیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے فرمایا ماقام الاسلام الا بسیف علی و ثروۃ خدیجۃ ، اسلام قائم نہیں ہوا مگر علی کی تلوار اور جنابِ خدیجہ کی دولت و ثروت سے اور اسی وجہ سے بعض مؤرخین کے نزدیک اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی تین وجوہات ہیں:

۱: دینِ اسلام پھیلا ہے حضرت محمد ﷺ کے نیک اخلاق کی وجہ سے ، میں یہاں پر اس نقطہ کی وضاحت کرتا جاؤں کہ مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام سے پہلے چالیس سال اخلاق پیش کیا اور بعد میں ۲۳سال تبلیغ اسلام کی اور ان ۲۳ سال میں بھی اخلاق پیش کیا تو کل ۶۳ سالہ زندگی میں رسول اسلام نے اخلاق پیش کیا اور ۲۳ سال تبلیغ اسلام کی اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی تحریک ،ادارہ یا تنظیم کی کامیابی میں اخلاق کا بڑا کردار ہے بلکہ کامیابی کا کلیدی عنصر ہے۔

اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی دوسری وجہ حضرت علی علیہ السلام کی تلوار ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق میں فرمایا تھا کہ ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین کہ جنگ خندق میں علی علیہ السلام کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ جس طرح علی علیہ السلام کی اس ضرب نے اسلام کو تقویت و مضبوطی بخشی اسی طرح ثقلین کی عبادات اسلام کو تقویت و مضبوطی نہیں دے سکتی۔

اور تیسری وجہ اسلام کی تیزی سے پھیلنے کی جنابِ خدیجہؑ کی دولت ہے جناب خدیجہؑ نے اپنی تمام دولت محمد ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دی اس کا احساس بھی نہ ہونے دیا اور اسے اپنے لئے اعزاز سمجھا کہ دولت دنیا دے کر ہدایت و معرفت کا انمول خزانہ حاصل کر رہی ہیں پیغمبر اسلام ﷺ نے جناب خدیجہ کے ایثار کا اس انداز میں جواب دیا کہ جناب خدیجہؑ کو احساس تک نہ ہونے دیا اور ان کو عالی ترین درجہ پر فائز کر دیا اور فرمایا کہ اسلام کے قوام اور مضبوطی میں جنابِ خدیجہ کا بھی اتنا حصہ ہے جتنا علی علیہ السلام کی تلوار کا۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ووجدک عائلا فاغنی (سورہ الضحی ۸) پروردگار نے تجھے بے ثروت پایا تو تجھے بے نیاز کر دیا اور روایت میں ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کی دولت کی وجہ سے پروردگار نے جناب رسول خدا ﷺ کو بے نیاز کیا۔اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

مانفعنی مال قط مثل ما نفعنی مال خدیجۃؑ

مجھے کسی مال نے بھی فائدہ نہیں پہنچایا مگر جس طرح جنابِ خدیجہ کی دولت نے فائدہ پہنچایا ، تاریخ کے الفاظ موجود ہیں کہ جب جنابِ خدیجہ کی رسول اسلام ﷺ سے شادی کے وقت ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی سادگی اور فقر کا تذکرہ کیا تو جنابِ خدیجہ نے فرمایا تھا :

اذا کان مالہ قلیل فمالی کثیر اگر ان کے پاس مالِ دولت کم ہے تو کیا

ہوا میرے پاس تو بہت مال ہے۔ پھر بی بی خدیجہ نے شعر کا یہ مصرعہ پڑھا تھا: فما المال الا مثل قلم الاظفار
دولت تو رسول اسلام ﷺ کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے سوائے ایسے جیسے کٹا ہوا ناخن۔
میں اپنے قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنابِ خدیجہ کی کتنی دولت تھی تو تاریخ میں موجود ہے کہ اسی ہزار اونٹ تجارتی مال لے کر مختلف قافلوں کی صورت میں یمن، مصر، شام، طائف، عراق، بحرین، عمان، حبشہ اور فلسطین جاتے تھے اور چار ہزار غلام اور کنیزیں جنابِ خدیجہؑ کے گھریلو اور تجارتی کاموں میں مصروف رہتے تھے اور جنابِ خدیجہ کا عالی شان محل تھا جس میں تمام اہل مکہ کے سما سکنے کی گنجائش تھی اس محل میں آنے والے مہمانوں کی خوب تواضع کی جاتی تھی اس حیثیت کی مالک تھیں جناب خدیجہؑ، اور یہ سارے کا سارا مال رسول اکرم ﷺ کو دے دیا۔
رسول اسلام ﷺ نے کہاں خرچ کیا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:
۱: جناب رسول خدا ﷺ نے دولتِ خدیجہؑ سے مسلمان قرض داروں کے قرض ادا کر کے سود خوروں کے چنگل سے آزاد کرایا۔
۲: مسلمان فقراء کی مدد کی۔
۳: یتیموں اور بے سہارا افراد کی دولتِ خدیجہؑ کے ذریعے کفالت کی۔
۴: وہ مسلمان جو مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آتے تھے مشرکین ان کے مال و دولت کو ضبط کر لیتے تھے لہٰذا پیغمبر اسلام ﷺ جنابِ خدیجہؑ کی دولت سے ان افراد کی مدد کرتے تھے تاکہ وہ آسانی سے مدینہ پہنچ سکیں اور وہاں اپنے بیوی بچوں کے لئے روزی پیدا کر سکیں۔
۵: شعبِ ابی طالب ذہن میں رہے کہ جب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں سے معاشی قطع تعلق کر لیا تھا اور ان کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا تھا یہ محاصرہ تین سے چار سال تک رہا پیغمبر خدا ﷺ اور اولاد بنی ہاشم اور دوسرے مسلمان سخت ترین محاصرے میں تھے مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا لین دین بند تھا آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا مسلمانوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو اس وقت دولتِ خدیجہ نے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی اس وقت مسلمانوں کی ضروریات کو جنابِ خدیجہؑ کی دولت نے پورا کیا۔
اور یہ روایت کے جملے ہیں: و انفق ابو طالب و خدیجہ جمیع مالھما کہ حضرت ابو طالب اور جناب خدیجہؑ نے اپنا تمام مال حفظِ اسلام اور محاصرہ شدگان کے لئے خرچ کر دیا ساری دولت خرچ ہوگئی اسلام اور مسلمانوں پر، اور جناب خدیجہ کے لئے کیا بچا؟ جناب خدیجہ خود فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس دو چڑے کے بچھونے کے سوا کچھ نہ رہا جو استراحت کے وقت ایک نیچے بچھا لی جاتی تھی اور ایک اوپر اوڑھ لی جاتی تھی۔
قارئین آپ غور کریں اتنا عالی شان محل تھا کہ اہل مکہ سما سکتے تھے مگر جب اسلام اور مسلمانوں پر مشکل وقت آیا تو ساری دولت اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت پر خرچ کر دی اور اپنے لئے شعبِ ابی طالب میں چڑے کے بستر کا انتخاب کیا، اے بی بی آپ کی عظمت کہ اسلام آپ کا ممنون ہے۔
اس موقع پر علامہ مامقانی صاحب کتاب تنقیح المقال لکھتے ہیں: کفاھا شرفا فوق شرف ان الاسلام لم یقم الا بمالھا و سیف علی ابن ابی طالب کما روی متواترا۔
یہی شرف و افتخار سب سے بڑا ہے جنابِ خدیجہ کے لئے بس کافی ہے کہ دین اسلام قائم نہیں ہوا مگر خدیجہ کے مال اور علی کی تلوار سے، جیسا کہ متواتر روایت کیا گیا ہے۔
۶: اور رسول اسلام ﷺ اکثر اوقات جنابِ خدیجہ کی دولت کو کفار و مشرکین پر بھی خرچ کرتے تھے تاکہ ان کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کیا جاسکے۔
یہاں یہ نقطہ بھی اہم ہے کہ جب جنابِ خدیجہؑ نے اسلام کا اظہار کیا تو اس وقت اسلام دشمن قوتوں نے جنابِ خدیجہ سے تجارتی تعلقات کو ختم کر دیا بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے کہ جنابِ خدیجہ کے مال کو تباہ و برباد کرنے لگے۔
نوٹ: بنی ہاشم کے اکثر گھر پہاڑ ابو قبیس کے کنارے پر واقع تھے اس کنارہ کو شعب بنی ہاشم اور شعب ابی طالب کے نام سے پکارا جاتا تھا اور جب مسلمانوں کا محاصرہ کیا گیا تو اس شعب میں جنابِ خدیجہ کی عمر ۶۵ برس تھی ایک عربی مصنف بنت الشاطی تحریر کرتے ہیں کہ جنابِ خدیجہ عمر کے اس حصے میں تھیں کہ جہاں مشکلات اور سخت حالات کا مقابلہ آسان نہ تھا وہ ایسی خاتون بھی نہ تھیں جو معاشی بد حالی اور سخت موسمی حالات کی عادی ہو لیکن ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی جنابِ خدیجہ نے شعبِ ابی طالب میں تمام سختیوں کا صبر و تحمل سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ موت کی حدوں کو چھو لیا اور حقیقت یہ ہے کہ جب محاصرہ ختم ہوا کفار و مشرکین کی طرف سے۔ تو اس وقت حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؑ بسترِ مرگ پر پہنچ چکے تھے اس لئے روایات میں ہے کہ محاصرہ ختم ہونے کے دو ماہ کے اندر جناب ابوطالبؑ کی رحلت ہوئی اور پھر تین دن کے بعد جناب خدیجہؑ کی رحلت ہوگئی۔

آج کے دولت مند حضرات کے لئے دعوت فکر
میری تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کی دولت نے اسلام کو مضبوط کیا اور مسلمانوں کو مضبوط کیا تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا آج اسلام کو مضبوط کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیا آج مسلمانوں میں فقیر، بے سہارا اور مظلوم موجود نہیں، کیا شہداءِ تشیع کی بیوہ گان اور بچے موجود نہیں ہیں۔ اگر ابتدائے اسلام میں اسلام کو دولتِ خدیجہؑ کی ضرورت تھی تو آج بھی ضرورت ہے اور میں دولت مند مؤمنین کرام کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ آج آپ اسلام پر خرچ کریں شہداء اور بے سہار بچوں اور خاندانوں کی کفالت کریں جو شیعہ بچے علم کے حصول میں مصروف ہیں چاہے دنیاوی علم میں یا دینی علم میں ان کی مدد کریں، مذہبِ تشیع کی ترویج کے لئے خرچ کریں تاکہ آپ کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہوجائے کہ جنھوں نے اسلام کو تقویت پہنچائی کہ جس فہرست میں جناب ابوطالبؑ اور جناب خدیجہؑ کے نام سرفہرست ہیں اور اگر آپ نے آج اسلام کی مضبوطی اور استحکام میں اپنا کردار ادا نہ کیا اور اپنی دولت خرچ نہ کی اور یتیم و بے سہار الوگ اور شہداء کے لواحقین یوں ہی اس دنیا سے چلے گئے اور مذہب کی ترویج نہ ہوسکی تو قیامت کے دن آپ مجرم ہوں گے اور جنابِ خدیجہؑ سوال کریں گی کہ آپ نے میری سیرت پر عمل کرکے اسلام اور تشیع کی مدد کیوں نہ کی۔
آخر پر میری دعا ہے کہ خدا ہر ثروت مند اور دولت مند کو اسلام پر خرچ کرنے کے لئے جنابِ خدیجہؑ جیسا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

روزہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت

ترجمہ: شیخ محمد تقی ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ۔۔۔

ماہ رمضان مبارک کے مبارک دن اور راتیں ہمارے قریب ہیں ۔ یہ رات اور دن سب سے زیادہ عظمت والے ہیں چونکہ یہ سال کے مہینوں میں سے افضل ترین اور اس عظمت والے مہینے کی راتیں اور دن ہیں کہ جسے اللہ کا مہینہ کہا گیا ہے۔ شھر اللہ
یہ وہ مہینہ ہے کہ اللہ نے جسے ہمارے لئے نعمت قرار دیا ہے اور اپنے اولیاء کو یہ مہینہ اس وجہ سے عطا کیا ہے تاکہ یہ ان کے بلند نفوس کے لئے حفاظت گاہ بنے اور ایسا دروازہ بنے کہ جس کے ذریعے نیک بندے اللہ جل و جلالہ تک پہنچتے ہیں اور ان بلند مقامات پر پہنچتے ہیں کہ جو اللہ تبارک و تعالی نے اپنے مخلص بندوں کے لئے قرار دیئے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم ان اصول کے بارے میں غورو فکر کرنے کے لئے کچھ وقت دیں کہ جن کی روشنی میں ہمیں اس سال اور

آئندہ کے سالوں کے ماہ رمضان مبارک میں چلنا ہے اور ان اصول میں چند یہ ہیں:

اول:الصوم جنة من النار ، روزہ آگ سے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے ، یہ جملہ ہمارے لئے بہت ساری باتوں سے پردہ اٹھاتا ہے :

۱:جب مؤمن معصوم نہ ہو تو بے شک وہ ایمان کے جس درجے پر پہنچ جائے اور تقوی کے جتنے مراحل طے کر لے لیکن اس کے باوجود وہ ایسی ڈھال کی طرف محتاج رہتا ہے کہ جو اس کی حفاظت کرے ۔اللہ تعالی اور اسلام کے تمام بنیادی اصولوں پر ایمان اور روزے کے علاوہ تمام فروع دین کی پابندی انسان کے لئے ایسی دفاعی قدرت و طاقت پیدا نہیں کرتی کہ جو اسے نفس امارہ کی فریبیوں اور شیطان کی رسیوں سے بچانے والی سپر سے بے نیاز کر دے بلکہ انسان روزے کا محتاج رہتا ہے تاکہ یہ اس کی آگ سے حفاظت کرے بے شک یہ روزے دار کی اصلاح کرتا ہے اور اس کو ایسی نفس سازی کی طرف لے جاتا ہے کہ جو اسے لغزشوں اور خواہشات کے دلدل میں پھسلنے سے بچاتی ہے اورانسانیت و بشریت کے طاقت ور دشمن شیطان رجیم سے اس کی حفاظت کرتی ہے ۔

۲: الصوم جنة من النار روزہ آگ کے لئے ایک سپر ہے ۔ یہ تعبیر اس بات سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ انسان کمزور ہے اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اپنے نفس کو پھسلنے سے بچائے اور وہ اپنے نفس کی حفاظت کرنے کی اس وقت تک طاقت نہیں رکھتا جب تک اس کو کوئی مادی یا روحانی طاقت عطا نہ کر دی جائے ۔ پس انسان ہمیشہ ایسی سپر اور حفاظت کرنے والی طاقت کی طرف ہمیشہ محتاج رہتا ہے ۔ اس جملہ سے ہمیں اس بات کا بھی علم ہوجاتا ہے کہ پروردگار کا کتنا بڑا لطف و کرم ہے اور اس کی اپنے بندے کے ساتھ کتنی محبت و رحمت ہے کہ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کا بندہ کمزور ہے (کہ جس کی طرف اللہ نے اپنے اس قول سے قرآن میں اشارہ فرمایا کہ (وخلق الانسان ضعیفا)اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیاہے) تو اس نے اپنے بندے کو بے سہارا یا حوادث کو لقمہ بننے کے لئے اور جنوں و انسانوں میں سے اس کے دشمنوں کے لئے آسان ھدف کے طور پر نہیں چھوڑا بلکہ اس نے اپنے کریم نبی ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا ذریعہ اور وسیلہ نازل کیا اور وہ وسیلہ روزہ ہے۔

روزہ جیسی عبادت کی عظمت سے پردہ اٹھانے والی چیزوں میں سے یہ ہے روزہ ان بنیادوں میں سے ہے کہ جس پر اسلام کی عمارت کو بنایا گیا ہے اور ان عبادات میں سے ہے کہ جن کا اللہ تبارک و تعالی نے تمام شریعتوں اور امتوں میں حکم دیا جیسا کہ قرآن کی آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ : کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم---

اسی آیت میں روزہ کے مقصد کی یوں وضاحت کی گئی ہے : لعلکم تتقون ۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ پس یہ جملہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ انسان کو اس کی ضرورت ہے پس روزہ ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے بندہ لغزشوں اور گناہوں سے بچنے کی طاقت حاصل کرتا ہے اور اسی سے ہی اپنے آپ کو خواہشات کی دلدل میں گرنے سے بچاتا ہے اور شائد کتنی ہی اچھی صفت اس عبادت کے لئے ہمارے امام سید الساجدین علیہ السلام نے بیان فرمائی : فرمایا کہ : وَ أَمَّا حَقُّ الصَّوْمِ فَأَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ حِجَابٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ عَلَى لِسَانِكَ وَ سَمْعِكَ وَ بَصَرِكَ وَ فَرْجِكَ وَ بَطْنِكَ لِيَسْتُرَكَ بِهِ مِنَ النَّارِ

اور روزے کا حق یہ ہے کہ تم جان لو کہ روزہ ایک ایسا حجاب ہے جو اللہ تعالی نے تمہاری زبان ،کان ، آنکھ ،پیٹ اور شرمگاہ پر قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے تمہیں جہنم کی آگ سے چھپالے ۔

اور کچھ نسخوں میں اس حدیث کے بعد یوں ہے:

فَإِنْ سَكَّنْتَ أَطْرَافَكَ فِي حَجَبَتِهَا رَجَوْتَ أَنْ تَكُونَ مَحْجُوباً وَ إِنْ أَنْتَ تَرَكْتَهَا تَضْطَرِبُ فِي حِجَابِهَا وَ تَرْفَعُ جَنَبَاتِ الْحِجَابِ فَتَطَّلِعُ إِلَى مَا لَيْسَ لَهَا بِالنَّظْرَةِ الدَّاعِيَةِ لِلشَّهْوَةِ وَ الْقُوَّةِ الْخَارِجَةِ عَنْ حَدِّ التَّقِيَّةِ لِلَّهِ لَمْ تَأْمَنْ أَنْ تَخْرِقَ الْحِجَابَ وَ تَخْرُجَ مِنْهُ

دوم: ان اصول میں جن میں ہمیں غور وفکر کرنا ہے یہ ہے کہ روزہ جیسی عبادت نفسیاتی اور عقلی طاقت کی طرف محتاج ہے اور اسی وجہ سے ایک عاقل انسان نفس امارہ کی سرکشیوں پر قابوپانے پر قدرت حاصل کرسکتا ہے۔پس اس بنیاد پر ہمیں توجہ کرنی چاہئے کہ کتنی عظمت والی یہ عبادت ہے اور کتنے ہی دنیاو آخرت میں اس کی وجہ سے فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ روزہ رکھو تو صحت مند ہوجاؤ گے اور یہ کہ روزے دار کی دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔

پس جب اس عبادت کا اتنا فائدہ ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کو اس عبادت کی عادت ڈالیں اور ان کے شعور میں یہ بات ڈالیں کہ یہ عمل اللہ تعالی کی طرف سے نعمت ہے تاکہ ہمارے جگر گوشوں کے نفوس میں اس عبادت کا شوق پیدا ہوجائے اور وہ اس کو انجام دینے لگ جائیں۔ جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ بھلائی کی عادت ڈالو بے شک بھلائی ایک عادت ہے اور یہ گمان نہ کریں کہ بچہ اجر و ثواب سے محروم رہ جائے گا چونکہ وہ اس عبادت کا مکلّف نہیں ہے اور بے شک ثواب اور عنایات الہی مکلفین کے لئے خاص نہیں ہیں بلکہ غیر مکلفین کو بھی شامل ہیں جیسا کہ بچے کے سرپرست کو بچے کی طرف سے انجام دئے جانے والے واجب کی وجہ سے سرپرست ثواب و اجر کا مستحق ہوگا اور بہت زیادہ اللہ کے قریب تر ہوجائے گا۔

سوم: باقی مہینوں سے یہ مہینہ اپنی حیثیت رکھتا ہے اس میں نیک کاموں کا اجر و ثواب زیادہ ہوجاتا ہے پس اس مہینے میں صدقہ دیگر مہینوں میں دئے گئے صدقے سے افضل ہوتا ہے ، اس مہینے میں انجام دی گئی واجب اور مستحب نمازیں دیگر مہینوں کی نسبت افضل اور زیادہ ثواب رکھتی ہیں ، اس مہینے میں قرآن کی تلاوت دیگر مینوں کی تلاوت سے بہت بلند ، افضل اور زیادہ ثواب والی ہوتی ہے اور اس مہینے میں مسجدوں میں جانا دیگر مہینوں کی نسبت

بہت زیادہ فضیلت اور ثواب رکھتا ہے پس ضروری ہے کہ ماہ رمضان مبارک کی اس خصوصیت کو ہم غنیمت جانیں ۔ اللہ اس پر رحم کرے کہ جو اس کا احساس کرتے ہوئے اس کو حاصل کرنے کی تگ و دو کرے۔

آپ جان لیں کہ ماہ رمضان المبارک اللہ کے نیک بندوں کی بہار ہے اور اسی میں مساجد کو آباد کیا جاتا ہے پس اے مؤمنوں ! مساجد اور امابارگاہ میں جاکر اللہ کے قریب تر ہوجاؤ اور ان کو اپنے جانے سے بھر دو اور اپنے ساتھ اپنے ان جگر گوشوں کو بھی لے جاؤ کہ جو اس فضیلت اور ان باتوں کو سمجھنے کا شعور رکھتے ہوں ۔

چہارم: جس طرح اللہ نے سال کے سب مہینوں پر اس مہینے کو فضیلت دی ہے اسی طرح اللہ نے اس مہینے کے بعض دنوں اور راتوں کو بھی دوسری راتوں پر فضیلت دی ہے روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جیسے جیسے انسان اس مبارک مہینے کے آخر میں جاتا ہے تو اس کا عمل گزشتہ راتوں سے افضل ہوجاتا ہے ۔

اور اللہ نے اس مہینے کولیلۃ القدر کے ساتھ خاص کیا ہے جو کہ ہزار مہینوں سے افضل ہے پس اس میں عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر اور افضل ہے ، یہ رات اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ اور اس کی امت پر ایک احسان ہے اور اسی رات میں انسان دنیا و آخرت کی وہ بھلائیاں حاصل کر سکتا ہے کہ جن کو وہ دوسری راتوں میں حاصل کرنے سے عاجز رہا۔

پنجم: شریعت میں بہت سارے اعمال ایسے ہیں کہ جو ہر وقت مستحب و مطلوب ہیں لیکن رمضان کی راتوں میں ان اعمال کا خصوصی اہتمام کرنا زیادہ فائدہ رکھتا جس میں سے ایک تلاوت قرآن ہے پس اگر کرسکو تو ختم قرآن کرو اگرچہ ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اور یہ آپ کے لئے کئی گناہ زیادہ نفع بخش ہو گا اس ختم قرآن سے کہ جو دوسرے مہینوں میں ختم کیا گیا۔

انہی میں سے نوافل بھی ہیں اس مہینے میں نوافل کا انجام دینا باقی مہینوں کی نسبت کئی درجہ افضیلت رکھتا ہے۔

اور اس مہینے میں اعتکاف میں بیٹھنا باقی مہینوں کی نسبت بہت زیادہ افضل ، نفع بخش اور اجر وثواب کا حامل ہے۔

مساجد میں بیٹھنااوراللہ کا ذکر شکر حمد و تسبیح اور محمد و آل محمد پر صلوات پڑھنا دیگر مہینوں کی نسبت کئی گنا افضل ہے اور رزق حلال کی کوشش کرنا اپنے اہل وعیال کی ضرورت کی خاطر یا ان کی آسانی کی خاطر دیگر مہینوں میں رزق حلال کمانے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے ۔

ہمیں چاہیے کہ ہم یہ بھی جان لیں کہ جتنا عمل افضل ہوگا اتنا اسے اس مہینے میں انجام دینا افضل و اشرف ہوگا پس ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اس مہینے میں افضل ترین اعمال کو انجام دیں اور انہی کے ذریعے سے ہمارے لئے اللہ کے قریب تر ہونا ممکن ہوگا۔ پس کمانے والا شخص اپنے رزق و کاروبار کو پاک کرے تاکہ اپنے اہل و عیال اور اپنے لئے پاک رزق کو حاصل کرے جوکہ بہت بڑی عبادت ہے۔

اور جو علم دین حاصل کر رہے ہیں ان کو اس مہینے میں زیادہ کوشش کرنی چاہئے ۔ طالب علم کے لئے افضل اعمال درس ومباحثہ ہیں پس اگر یہ ممکن نہ ہو تو مطالعہ کرنا افضل ہے۔

ششم: اس مہینے کی عظمت کی وجہ سے جس طرح نیکیوں کی عظمت بڑھ جاتی ہے اسی طرح اس مہینے میں برائیوں کی شناعت بھی بڑھ جاتی ہے جیسے جھوٹ کبیرہ گناہ ہے اور برا عمل ہے لیکن اس مہینے میں یہ اکبر اور زیادہ برا عمل ہوگا جس طرح غیبت سال کے بقیہ مہینوں اور دنوں میں بہت بڑی معصیت اور گناہ ہے لیکن اس مہینے میں اور زیادہ اس کا گناہ بڑھ جاتا ہے اس وجہ سے معصومین علیھم السلام کے کلام میں یہ بات آئی ہے کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا ہے۔ معصومین علیھم السلام کا یہ قول ان روزوں داروں کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس مہینے میں بھی برائیوں سے نہیں رکتے ۔

اور جان لو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : اے لوگو! اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پس اپنے رب سے دعا کرو کہ ان دروازوں کو وہ تمہارے لئے بند نہ کر دے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پس اپنے رب سے دعا کروکہ ان کو تمہارے لئے نہ کھولے اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے پس اپنے رب سے دعا کروکہ وہ ان کو تمہارے اوپر مسلط نہ کرے ۔

اس فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ مراد ہے کہ روزہ کھانے پینے اور دیگر ان لذات و شہوات پر انسان کو کنٹرول حاصل کرنے کی صلاحیت دیتا ہے کہ جن کے ذریعے سے شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے اور شیطان ان لذات وشہوات کی مدد کے بغیر انسان پر کنٹرول حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا پس جب انسان روزے کی وجہ سے نفسانی لذات و شہوات کو اپنے آپ سے روک دیتا ہے تو اب شیطان بے بس ہوجاتا ہے پس اس کے ہاتھ و پاؤں بندھ جاتے ہیں پس ہمیں روزہ میں پوشیدہ معانی کو سمجھنا چاہئے اور اپنے اعمال سے ان خطروں سے بچنا چاہئے اوران نیکیوں کو اپنانا چاہئے کہ جو اللہ کے ہمیں قریب کر دیں اور جب ہم اس مبارک مہینے میں نیکی کرنے کی عادت ڈالیں گے اور شریعت کی حدود کی پابندی کرنے پر نفس کو عادی بنائیں گے تو دوسرے مہینوں میں بھی ہمیں سیدھے رستے پر رہنے میں یہ معاون ثابت ہوں گی اور آنے والی تمام راتوں اور دنوں میں گمراہ کرنے والوں کی گمراہی اور شیطانوں کے اثرات سے بچانے کے لئے ڈھال بن جائیں گی۔

صلح امامِ حسن علیہ السلام اور امتِ اسلامیہ

شیخ عالم حسین نجفی

فقہ شیعہ میں صلح کا مفہوم: اصطلاح فقہ میں صلح کو ھدنہ یا مھادنۃ کہتے ہیں مھادنہ یعنی مصالحہ اور ھدنہ کا مطلب ہے کہ صلح ، پس صلح کا معنی اور مفہوم یہ بنا کہ پیمانِ عدمِ تعرض

محقق حلی نے شرائع الاَسلام مَیں صلح کی جو وضاحت فرمائی ہے اس کی نظیر شائد کہیں اور نہ ملے وہ فرماتے ہیں کہ :

المهادنةو هي المعاقدة على ترك الحرب مدة معينة

طرفین یا مد مقابل ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرتے ہیں اور وہ معاہدہ بھی ایسا ہو جو معینہ مدت کے لئے ہو

و هي جائزة إذا تضمنت مصلحة للمسلمين

اوریہ صلح جائز ہے اگر متضمن مصلحتِ مسلمین ہو

اب کس طرح کی مصلحت ہو سکتی ہے تو فرماتے ہیں کہ :

صلحة للمسلمين إما لقلتهم عن المقاومة : اس لئے کہ تھوڑی تعداد ہونے کی وجہ سے وہ مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے ۔

لہٰذا اس موقع پر فعلا صبر کریں قدرت آنے تک ۔

أو لما يحصل به الاستظهار أو لرجاء الدخول في الإسلام مع التربص: یا اس صلح کے نتیجے میں یہ امید ہے کہ جو مد مقابل ہے وہ اسلام کو قبول کرے یہ فرض وہاں ہے جہاں طرف مقابل کافر ہو جیسا کہ صلح حدیبیہ میں یہی ہوا ۔

و متى ارتفع ذلك و كان في المسلمين قوة على الخصم لم يجز: جب یہ تمام مذکورہ جہات منتفی ہوں تو وہاں پھر صلح کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے ۔ (شرائع الاسلام علامہ محقق حلی قدس سرہ)

صلح قرآن کی نظر میں :

جب یہ کہا جائے کہ آیا اسلام صلح کا دین ہے یا جنگ کا دین ہے ہم جب قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں پر صلح کا بھی دستور دیا ہوا ہے اور جنگ کا دستور بھی موجود ہے مثلا مشرکین و کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے حوالے سے یہ آیت موجود ہے :

وَ قاتِلُوا في‏ سَبيلِ اللَّهِ الَّذينَ يُقاتِلُونَكُمْ وَ لا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدين

جولوگ تم سے جنگ کرتے ہیں تم بھی ان سے راہِ خدا میں جہاد کرو اور زیادتی نہ کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا(سورہ بقرہ ۱۹۰)

اسی طرح بابِ صلح میں بھی آیت موجود ہے جیسا کہ سورہ انفال کی آیت ہے :

وَ إِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَها
اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی جھک جاؤ (سورہ انفال ۱۶۱)
اسی طرح سورہ نساء کی آیت بھی صلح کو بہتر قرار دیتی ہے: وَ الصُّلْحُ خَير
صلح میں بہتری ہے(سورہ نساء ۱۲۸)
اسی طرح سورہ حجرات میں بھی ارشادِ باری تعالی ہے:

وَ إِنْ طائِفَتانِ مِنَ الْمُؤْمِنينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما فَإِنْ بَغَتْ إِحْداهُما عَلَى الْأُخْرى فَقاتِلُوا الَّتي تَبْغي حَتَّى تَفيءَ إِلى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطينَ

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ اس کے بعد اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو سب مل کر اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرنے والا گروہ ہے یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے پھر اگر پلٹ آئے تو عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (سورہ حجرات ۹)

مذکورہ آیات قرآنی سے معلوم ہوگیا کہ صلح و جنگ ہر جگہ شرائط کے تابع ہیں پس خود پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ طاہرین علیھم السلام کا مقصد اسلام اور حقوق مسلمین ہیں وہ خود تشکیل دے سکتے ہیں کہ اگر جنگ کے ذریعے اپنے ہدف کو بہتر طور پر حاصل کرسکتے ہیں اور اگر اہداف مقصود ہوں تو وہ صلح کو ترجیح دیتے ہیں۔

صلح کرنے کی حکمت خود امام کی زبانی:

یہ بات آیات و روایات سے ثابت ہے کہ آئمہ علیھم السلام مثلِ پیغمبران برگزیدہ خدا ہیں اور در حقیقت پیغمبران اور آئمہ مجریانِ فرمانِ خدا ہیں اور مجریان فرمان الہی ہوا کرتے ہیں۔ پیغمبران اور سفران الہی اس انداز میں رفتار کرتے ہیں اس فرق کے ساتھ جو طاقت کے بل بوتے پر اور ھوا و حوس کی پیروی کی خاطر انحراف سے دو چار ہوتے ہیں لیکن رجالِ الہی چونکہ جنگ اور صلح میں مجریانِ فرمانِ خدا ہیں اور ان کی جنگ و صلح فرامینِ خدا کے عین مطابق ہوتی ہے۔

لذا آئمہ کی پیروی در حقیقت اطاعتِ خداوندی ہوا کرتی ہے اور نص آیت کے مطابق پیغمبرانِ الہی کی طرح امام کی اطاعت واجب ہے وہ مصلحت کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں وہ دور اندیشی اور مقتضیاتِ زمان کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں لہذا صلح کرنے کی حکمت خود امام علیہ السلام فرماتے ہیں ایک شخص بنامِ ابی سعید آکر امام علیہ السلام سے آکر سوال کرتا ہے کہ :

كَمَا رَوَاهُ عَنْهُ أَبُو سَعِيدٍ عَقِيصَا قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ.....................وَ لَوْ لَا مَا أَتَيْتُ لَمَا تُرِكَ مِنْ شِيعَتِنَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا قُتِلَ.

یابن رسول اللہ ! آپ نے فریق مخالف کے ساتھ کیوں صلح انجام دی جبکہ آپ حق پر تھے اور وہ متجاوز تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آیا میں اپنے بابا کے بعد حجتِ خدا اور لوگوں کا امام نہیں ہوں ابی سعید نے کہا کہ آپ ہیں پھرآپ نے فرمایا کہ آیا رسولِ خدا ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کہ بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ دونوں امام ہیں چاہے قیام کریں یا سکوت؟ اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پس میں حالتِ قیام یا حالتِ صلح میں امام ہوں اور میرا فریق مخالف کے ساتھ صلح کرنا اسی حجت سے تھا جسطرح پیغمبر اکرم ﷺ نے بنی زمرہ اور بنی اشجع اور اہل مکہ والوں سے کیا تھا۔ یہ صلح بھی میں نے فریقِ مخالف کے ساتھ حکمت و مصلحت کی خاطر کیا ہے لیکن یہ مصلحت پوشیدہ ہے لوگوں کے لئے ، جس طرح خضر حکمت جانتے تھے لیکن حضرت موسیؑ کی نظر میں یہ حکمت پوشیدہ تھی آیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا ، غلام کو قتل کیا ، دیوار کو بنایا لیکن جب حضرت خضرؑ نے اپنے کام کی حکمت بتا دی تو حضرت موسیؑ راضی ہوئے آپ بھی میری فریق مخالف کے ساتھ صلح کی حکمت کو نہیں جانتے لہٰذا مجھ پر اعتراض کرتے ہو۔ (علل الشرائع ج ۱ ص ۲۱۱)

ایک اور مقام پر امام حسن علیہ السلام صلح کی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں :

أَ لَا تَعْلَمُونَ أَنِّي إِمَامُكُمْ وَ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ عَلَيْكُمْ وَ أَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بِنَصٍّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ص عَلَيَّ قَالُوا بَلَى

آیا تم نہیں جانتے کہ میں آپ کا امام ہوں آپ پر واجب ہے کہ آپ میری اطاعت کریں نص صریح رسولِ اکرم ﷺ میں جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں۔(بحار الانوار ج ۴۴ ص ۱۹)

امت اسلامیہ پر صلح کے اثرات:

یہ مسئلہ صلح فقط امامِ حسن علیہ السلام کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتا جبکہ خود پیغمبر اکرم ﷺ اول بعثت سے لے کر ہجرت مدینہ تک خود مکہ کے اندر مشرکین کے مقابلے میں آپ کی روشِ مسالمت ہی رہی ہے اسی طرح جب حضرتِ عثمان کے خلاف شورش ہوئی تو وہاں پر بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام ایک صلح جو کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور حضرت عثمان سے فرماتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس امت کے مقتول رہنما قرار پاؤ اگر آپ قتل ہوئے تو پھر قتل کا باب اس امت کے لئے کھلا ہوگا اور ایک ایسا فتنہ برپا ہوگا جو کبھی خاموش نہ ہوگا۔

اب یہاں پر بھی امیر المؤمنین علیہ السلام مسندِ خلافت پر متمکن ہیں اور امام حسن علیہ السلام یہاں پر مقابلہ کرتے اور شہید ہوتے تو سندِ خلافت کی بے احترامی تھی اور اگر بالفرض امام علیہ السلام صلح کو رد کرتے اور فریق مخالف کے ساتھ جنگ کرکے کامیاب بھی ہوجاتے تو آج امتِ اسلامیہ بنی امیہ کو تاریخ میں ایک مظلوم کے طور پر پیش کرتے کہ فریق مخالف نے صلح کی پیشکش بھی کی تھی لیکن آپ علیہ السلام نے اس صلح کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ نتیجۃ یہ نکلتا کہ مسلمانوں کا دونوں طرف سے قتل عام ہوتا چونکہ امامِ حسن علیہ السلام کے پاس دو ہی راستے تھے ایک مقابلہ اور دوسرا مسالمت۔ مقابلہ کی صورت میں امتِ اسلامی تباہی کی طرف جاتی اور اسلام کمزور ہوتا لہٰذا امامِ حسن علیہ السلام نے حفظِ خونِ مسلمین کی خاطر صلح کا راستہ اپنایا امامِ حسن علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ : میں نے فریق مخالف کے ساتھ جو صلح کی تھی اس حق کی خاطر تھی جس حق کو میں نے چھوڑ دیا اور اصلاح امت کی خاطر اور حفظِ خونِ امت کی خاطر۔

نبی اور ان کے منبر اور آثار سے برکت حاصل کرنا اور انہیں مس کرنا

اقتباس از کتاب چراغ راہ ہدایت

سمہوری نے کتاب وفاء الوفاء میں الاقشہری سے نقل کیا ہے کہ یزید بن عبد اللہ بن قصید کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کےاصحاب سے بہت سے افراد کو دیکھا کہ جب مسجد خالی ہوجاتی تو رسول اللہ ﷺ کے بے غلاف منبر کے بازؤں کے گول حصے کو پکڑتے تھے اور اسے ہاتھوں سے مس کرتے اور پھر قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے تھے ۔

کتاب الشفاء میں عیاض ابو قسیط اور العتبی سے نقل کرتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے اصحاب مسجد خالی ہونے کے بعد قبر سے ملے ہوئے منبر کے بازؤں کے گول حصے کو ہاتھوں میں تھامتے اور پھر قبلہ رخ ہو کر دعا کیا کرتے تھے ۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شهاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۵۱۸۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعة الازهریه المصریه سن ۱۳۲۷ ھ)

اسی کتاب میں ایک مقام پہ منقول ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے منبر کے اس حصے پہ ہاتھ رکھا کہ جہاں رسول خدا ﷺ بیٹھا کرتے تھے اور پھر ہاتھوں کو اپنے چہرے پہ برکت کے لئے پھیرا ۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شهاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۳۴۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعة الازهریه المصریه سن ۱۳۲۷ ھ)

اس کتاب کے شارح نے حاشیہ میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ روایت انبیاء ، صالحین اور ان کے آثار اور ان کے متعلقہ چیزوں سے تبرک و برکت کے جواز پر دلالت کرتی ہے بشرطیکہ ایسا کرنا فتنے کا موجب نہ ہو ۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شهاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۳۴۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعة الازهریه المصریه سن ۱۳۲۷ ھ)

اسی طرح کتاب الشفاء میں ایک جگہ مذکور ہے کہ خالد بن ولید کی ٹوپی میں حضور اکرم ﷺ کے بالوں میں سے چند بال تھے ایک جنگ دوران یہ ٹوپی اس کے سر سے گر گئی تو اس نے ٹوپی کے حصول کے لئے اتنی شدید جنگ کی کہ اصحابِ رسول ﷺ نےٹوپی کی خاطر اتنے زیادہ افراد کے قتل کرنے پہ اس کی مذمت کی توخالد بن ولید نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ ٹوپی کی خاطر نہیں کیا بلکہ اس ٹوپی میں رسول خدا ﷺ کے کچھ بال تھے مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ مشرکوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور ان بالوں سے برکت ختم ہوجائے۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شهاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۳۴۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعة الازهریه المصریه سن ۱۳۲۷ ھ)

اسی کتاب میں ہے کہ امام مالک نے اس شخص کو تیس کوڑے مارے اور قید کرنے کا حکم دیا کہ جس نے کہا تھا کہ مدینے کی مٹی ردی اور بیکار ہے امامِ مالک نے فتوی دیتے ہوئے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس شخص

کا علاج تو یہ تھا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے چونکہ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جس مٹی میں رسول اعظم ﷺ دفن ہیں وہ مٹی ردی ہے ۔ (نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شھاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۳۵-۴۳۶۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعۃ الازھریہ المصریہ سن ۱۳۲۷ ھ)

قاضی عیاض کہتا ہے کہ وہ وطن جو وحی اور نزولِ قرآن سے آباد ہوا ، جہاں جبرائیل اور میکائیل آتے رہے ، جہاں سے ملائکہ اور روح قدس نے معراج کی، جس کی فضا و زمین تسبیح و تقدیس سے گونجی ، جس کی مٹی سید البشر ﷺ کے جسدِ مبارک سے مس ہوئی ، جہاں آیات کے مدارس ، مساجد ، نماز، مقامات و مشاہد ، فضیلت ، خیرات، دلیل و برہان کے مراکز، مناسک دین ، مسلمانون کے شعائر اور سید المرسلین ﷺ کے مواقف کے ذریعے اللہ تعالی کا دین اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہر طرف پھیلی ، جس جگہ کو خاتم النبیین ﷺ نے اپنا مسکن قرار دیا جہاں سے بحر نبوت اس طرح سے نمودار ہوا کہ اس کی موجیں ہر طرف پھیل گئیں ،جہاں رسول خدا ﷺ آباد ہوئے اور جس کی مٹی نے ہر زمین سے پہلے حضرت محمد ﷺ کے مبارک جسد کو مس کیا کیا وہ وطن مستحق ہے کہ اس کی عزت و تعظیم کی جائے، اس پاکیزہ خوشبو سے سانسوں کو معطر کیا جائے اور اس کے سبزہ زاروں اور دیواروں کو چوما جائے

يا دار خير المرسلين ومن به = هدى الأنام وخص بالآيات
عندي لأجلك لوعة وصبابة = وتشوق متوقد الجمرات
وعليّ عهد أن ملأت محاجري = من تلكم الجدرات والعرصات
لأعفرّن مصون شيبي بينها = من كثرة التقبيل والرشفات
لولا العوادي والأعادي زرتها = أبداً ولو سحباً على الوجنات
لكن سأهدي من حفيل تحيتي = لقطين تلك الدار والحجرات

یعنی :۔ اے خیر المرسلین کے گھر اور جو اس میں ہے تو لوگوں کے لئے ہدایت اور آیات کے ساتھ مختص ہے ۔
میرے اندر آپ کے لئے شدتِ شوق کی وجہ سے شدید تڑپ اور سوزش عشق ہے اور میرے دل میں شوق کے انگارے جل رہے ہیں ۔
اور میرا وعدہ ہے کہ اگر میری آنکھیں ان دیواروں اور زمین کو دیکھتے دیکھتے تھک گئیں
تو میں انہیں چومنے اور ہونٹوں کو مس کرنے کی کثرت سے اپنی داڑھی اور بالوں کو گرد آلود کر دوں گا۔
اگر یہ مصائبِ زمانہ اور دشمن نہ ہوتے تو میں ہمیشہ اس (شہر) کی زیارت کرتا اگرچہ مجھے اپنے رخساروں پر رینگتے ہوئے آنا پڑتا ۔
لیکن میں درود وسلام کی کثرت کا تحفہ اس گھر کے ساکن اور ان حجرون کی نذر کرتا ہوں ۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شھاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۴۱-۴۴۲۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعۃ الازھریہ المصریہ سن ۱۳۲۷ ھ)

صفیہ بنت نجرہ کہتی کہ ہے کہ میرے والد کے سر کے اگلے حصے میں اتنے لمبے بال تھے کہ جب وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو زمین کی طرف چھوڑتے تو یہ بال زمین سے سے لگتے تھے ۔
جب کبھی ان سے کوئی کہتا کہ ان بالوں کو کیوں نہیں کٹواتے ؟ تو وہ جواب میں کہتے کہ ان بالوں کو میں نہیں کٹوا سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان بالوں کو اپنے ہاتھوں سے مس کیا تھا۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض ۔ تالیف :احمد شھاب الدین الخفاجی المصری ج ۳ ص ۴۳۳-۴۳۴۔ناشر دار الکتاب العربی بیروت طبع اولی المطبعۃ الازھریہ المصریہ سن ۱۳۲۷ ھ)

کسی بھی صحابی یا مسلمانوں کے کسی امام نے رسول الاعظم ﷺ کی قبر مبارک کے چومنے کو حرام نہیں قرار دیا ، لیکن یہ امت اور شریعت سے منحرف فرقے ہے کہ جو اسے بغیر کسی دلیل کے حرام قرار دیتے ہیں ان کے پاس نہ تو قرآن سے کوئی دلیل ہے اور نہ ہی سنت سے ۔ حق کے متلاشی کے لئے اگر ان کی تھوڑی سے بھی حقیقت واضح ہوجائے تو اس کے لئے حق روشن ہوجاتا ہے جو اسے ایسے راستے کی رہنمائی کرتا ہے جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے احاطہ میں آجاتا ہے ۔
حافظ ابن عساکر کتاب التحفۃ میں طاہر بن یحیٰی الحسینی سے نقل کرتا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیھما السلام فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دفن ہوچکے تو حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیھا قبر مبارک کے پاس آکر کھڑی ہوگئیں اور پھر قبر مبارک کی ایک مٹھی مٹی اٹھا کر خاک کو اپنی آنکھوں پر لگایا اور یہ اشعار پڑھے :

ماذا على من شم تربة احمد ... ألا يشم مدى الزمان غواليا
صبت علي مصائب لو انها ... صبت على الأيام صرن لياليا

یعنی :جو بھی حضرت احمد ﷺ کی قبر کی مٹی سونگھ لے ،پھر وہ دنیا کی کوئی خوشبو نہیں سونگھتا ۔
میرے اوپر اتنے مصائب آئے کہ اگر وہ مصائب دنوں پر آتے تو راتوں میں بدل جاتے ۔
اس روایت کو ابن الجوزی نے "الوفاء "میں ابن سید الناس نے "السیرت النبویۃ "میں ، قسطلانی نے "المواھب "میں، الشبراوی نے "الاتحاف "میں ، السمہوری نے "وفاء الوفاء "میں ، اور شبلنجی نے "نور الابصار "میں ذکر کیا ہے ۔
کتاب سیرت الحلبیہ میں ہے کہ صلح حدیبیہ والے سال عروۃ بن مسعود الثقفی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قیام تو صحابہ کی حضور ﷺ سے حقیقت کی عجیب حالت دیکھی، حضور ﷺ جب بھی وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے یا ان کے وضو کا پانی اعضاء سے ٹپکتا تو صحابہ جلدی سے اس پانی کو اپنے ہاتھوں میں لیتے اور ہاتھوں ، چہرے اور جلد پر ملتے ، اور اس پانی کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑتے اور اسی طرح حضور ﷺ کے بالوں میں سے جو بال بھی گرتا صحابہ اسے اٹھا لیتے ۔(کتاب السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۱۷)
امام بخاری نے ابی شحیفہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ ظہر کے وقت مکہ کی طرف روانہ ہوئے پس انہوں نے وضو کیا اور نمازِ ظہر اور نمازِ عصر دو دو رکعت پڑھی ۔۔۔۔۔ پھر حضور ﷺ لوگوں کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگ حضور ﷺ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے ۔ (کتاب صحیح بخاری)
قسطلانی کہتا ہے کہ روایت صالحین کے اجساد کو تبرک کے طور پر مس کرنے پر دلالت کرتی ہے ۔

مسجد کوفہ کی فضیلت

شیخ محمد تقی ہاشمی

عربی میں لفظ مسجد اس مقام کو کہا جاتا ہے کہ جہاں پر سجدہ کیا جاتا ہو اور مسجد مسجد کو اس وجہ کہا جاتا ہے چونکہ یہاں پر نماز پڑھی جاتی ہے کہ جس میں سجدہ بھی شامل ہوتا ہےاور زجاج کے مطابق ہر وہ جگہ جہاں عبادت کی جائے اسے مسجد کہا جاتا ہے ۔

مسجد کوفہ ان چار عظیم مساجد میں سے ہے کہ جن کی طرف سفر کرنے کی روایات میں تاکید کی گئی ہے ۔وہ چار مساجد :مکہ کی مسجدالحرام ، مدینہ کی مسجد نبوی ﷺ ، مسجد اقصی بیت المقدس، اور مسجد کوفہ ہیں اور مسجد کوفہ ان چار مقامات میں سے بھی ایک ہیں کہ جہاں پوری اور قصر نماز پڑھنے کا اختیار دیا گیا ہے اور وہ چار مقام : مسجد الحرام، مسجد نبوی ﷺ، امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک اور مسجد کوفہ ہیں۔

قرآن میں مسجد کوفہ

قرآن میں بہت سی آیات مسجد کوفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک کو علماء کی تفسیر کے مطابق ذکر کریں گے۔

مسجد کوفہ حضرت نوح علیہ السلام کا گھر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو نقل فرماتا ہے :

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ لِوالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَ لِلْمُؤْمِنينَ وَ الْمُؤْمِناتِ وَ لا تَزِدِ الظَّالِمينَ إِلاَّ تَباراً(سوره نوح ٢٨)

(حضرت نوحؑ نے کہاکہ)اے پروردگارا! مجھے اور میرے والدین کو اور جو ایمان کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما اور کافروں کی ہلاکت میں مزید اضافہ فرما۔

اس آیت کے ضمن میں امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت ہے کہ :

فَقَالَ إِنَّ مَسْجِدَ الْكُوفَةِ بَيْتُ نُوحٍ- لَوْ دَخَلَهُ رَجُلٌ مِائَةَ مَرَّةٍ لَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ مَغْفِرَةٍ أَمَا إِنَّ فِيهِ دَعْوَةَ نُوحٍ ع حَيْثُ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ لِوالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً-(وسائل الشيعة ؛ ج١٤ :ص٣٨٢)

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد کوفہ حضرت نوح علیہ السلام کا گھر ہے اور اگر انسان سو دفعہ اس میں داخل ہو تو اللہ سو ١٠٠ دفعہ اس کے لئے معافی و مغفرت کو لکھتا ہے کیونکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے اللہ مجھے اور میرے والدین کو اور جو مؤمن اس گھر میں داخل ہو ۔

مسجد کوفہ طور سینین ہے

وَ التِّينِ وَ الزَّيْتُونِ وَ طُورِ سِينِينَ وَ هَاذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔(سورہ التین)

اس آیت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اخْتَارَ مِنَ الْبُلْدَانِ أَرْبَعَةً فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ التِّينِ وَ الزَّيْتُونِ وَ طُورِ سِينِينَ وَ هذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

فَالتِّينُ الْمَدِينَةُ وَ الزَّيْتُونُ بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَ طُورِ سِينِينَ الْكُوفَةُ وَ هَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ مَكَّةُ.
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے شہروں میں سے چار کو چنا اور فرمایا کہ قسم ہے تین کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی پس تین مدینہ ہے اور زیتون بیت المقدس ہے اور طور سینین کوفہ ہے اور امن ولا شہر مکہ ہے۔(بحار الانوار (ط - بیروت) / ج۹۷ / ص : ۳۸۵)

حضرت مریم اور حضرت عیسی علیہ السلام کا مقام

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ أُمَّهُ آيَةً وَ آوَيْناهُما إِلى‏ رَبْوَةٍ ذاتِ قَرارٍ وَ مَعِين
اور ابن مریم اور ان کی والدہ کو ہم نے ایک نشانی بنایا اور انہیں ہم نے ایک بلند مقام پر جگہ دی جہاں اطمینان تھا اور چشمے پھوٹتے تھے۔(سورہ مؤمنون ۵۰)
اس آیت کے ضمن میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ :
قَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَ آوَيْناهُما إِلى‏ رَبْوَةٍ ذاتِ قَرارٍ وَ مَعِينٍ قَالَ الرَّبْوَةُ الْكُوفَةُ- وَ الْقَرَارُ الْمَسْجِدُ وَ الْمَعِينُ الْفُرَاتُ.
امیر المؤمنین علیہ السلام سے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا کہ آیت میں ا لرَّبْوَةُ سے مراد کوفہ ہے اور الْقَرَارُ سے مراد مسجد ہے اور الْمَعِينُ فرات ہے۔(وسائل الشیعۃ / ج۱۴ص : ۳۶۰)

روایات میں مسجد کوفہ

بہت ساری روایات اس ضمن میں نقل ہوئی ہیں چند ایک کو نقل کیا جارہا ہے۔

ہر نبی اور ولی نے مسجد کوفہ میں نماز پڑھی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ قَالَ لِيَا هَارُونَ بْنَ خَارِجَةَ كَمْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ يَكُونُ مِيلًا قُلْتُ لَا قَالَ فَتُصَلِّي فِيهِ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا قُلْتُ لَا فَقَالَ أَمَا لَوْ كُنْتُ بِحَضْرَتِهِ لَرَجَوْتُ أَلَّا تَفُوتَنِي فِيهِ صَلَاةٌ وَ تَدْرِي مَا فَضْلُ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ مَا مِنْ عَبْدٍ صَالِحٍ وَ لَا نَبِيٍّ إِلَّا وَ قَدْ صَلَّى فِي مَسْجِدِ كُوفَانَ حَتَّى إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص لَمَّا أَسْرَى اللَّهُ بِهِ قَالَ لَهُ جَبْرَئِيلُ ع تَدْرِي أَيْنَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّاعَةَ أَنْتَ مُقَابِلَ مَسْجِدِ كُوفَانَ قَالَ فَاسْتَأْذِنْ لِي رَبِّي حَتَّى آتِيَهُ فَأُصَلِّيَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ فَاسْتَأْذَنَ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَأَذِنَ لَهُ وَ إِنَّ مَيْمَنَتَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ وَسَطَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ مُؤَخَّرَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِوَ إِنَّ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ فِيهِ لَتَعْدِلُ أَلْفَ صَلَاةٍ وَ إِنَّ النَّافِلَةَ فِيهِ لَتَعْدِلُ خَمْسَمِائَةِ صَلَاةٍ وَ إِنَّ الْجُلُوسَ فِيهِ بِغَيْرِ تِلَاوَةٍ وَ لَا ذِكْرٍ لَعِبَادَةٌ وَ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِيهِ لَأَتَوْهُ وَ لَوْ حَبْواً ۔
ھارون امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ اے ھارون ! تمہارے اور مسجد کوفہ کے درمیان کتنہ فاصلہ ہوگا ایک میل کا فاصلہ کیا ہوگا؟میں نے کہا : نہیں امام علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تم ساری نمازیں اس میں پڑھتے ہو ؟میں نے کہا : نہیں ، تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں مسجد کوفہ کے پاس ہوتا تو میں یہی چاہتا کہ کوئی نماز بھی مسجد کوفہ میں مجھ سے نہ رہ جائے اور تم جانتے ہو کہ اس مقام کی کیا فضیلت ہے ، کوئی عبد صالح اور نبی ایسا نہیں ہے کہ جس نے اس مسجد کوفہ میں نماز نہ پڑھی ہو یہاںتک کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ نے سفر معراج پر بلایا تو جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت آپ مسجد کوفہ کے مقابل ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب سے اجازت طلب کرو تاکہ میں اس مقام پر جاؤں اور دو رکعت نماز پڑھوں پس اللہ عز وجل سے جبرائیل نے اجازت طلب کی پس اللہ نے اذن دیا۔(الکافی (ط - الإسلامیۃ)، ج۳، ص: ۴۹۱)

مسجد کوفہ جنت کا باغوں میں سے ایک باغ ہے

اسی مذکورہ روایت کا اگلہ حصہ یہ ہے کہ :
وَ إِنَّ مَيْمَنَتَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ وَسَطَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ مُؤَخَّرَهُ لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِوَ إِنَّ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ فِيهِ لَتَعْدِلُ أَلْفَ صَلَاةٍ وَ إِنَّ النَّافِلَةَ فِيهِ لَتَعْدِلُ خَمْسَمِائَةِ صَلَاةٍ وَ إِنَّ الْجُلُوسَ فِيهِ بِغَيْرِ تِلَاوَةٍ وَ لَا ذِكْرٍ لَعِبَادَةٌ وَ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِيهِ لَأَتَوْهُ وَ لَوْ حَبْواً ۔
اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس مسجد کا دائیاں حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور اس کا درمیانہ حصہ بھی جنت کے باغوں میں سے ہے اور اس کا آخری حصہ بھی جنت کے باغوں میں سے ہے اور فرض نماز کا اس میں پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے اور نافلہ پانچ نمازوں کے برابر اور اس مسجد میں فقط بیٹھنا بغیر تلاوت و ذکر کے بھی عبادت ہے اور اگر لوگوں کو اس مسجد کی فضیلت کا علم ہو جاتا تولوگ اس مسجد میں آتے چاہے انہیں ہاتھوں اور پیٹ کے بل چل کر آنا پڑتا۔

مسجد کوفہ میں نماز پڑھنا مقبول حج کے برابر ہے

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ص وَ هُوَ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنِّي أَرَدْتُ الْمَسْجِدَ الْأَقْصَى فَأَرَدْتُ أَنْ أُسَلِّمَ عَلَيْكَ وَ أُوَدِّعَكَ فَقَالَ لَهُ وَ أَيَّ شَيْءٍ أَرَدْتَ بِذَلِكَ فَقَالَ الْفَضْلَ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ فَبِعْ رَاحِلَتَكَ وَ كُلْ زَادَكَ وَ صَلِّ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَإِنَّ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ فِيهِ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ وَ النَّافِلَةَ عُمْرَةٌ مَبْرُورَةٌ
امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس آیا جب کہ آپ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے تو اس نے کہ اے امیر المؤمنین السلام علیک و رحمۃ اللہ وبرکاتہ پس امامؑ نے سلام کا جواب دیا تو اس شخص نے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں میرا ارادہ مسجد اقصیٰ جانے کا ہے تو سوچا کہ آپ کو سلام کرتا چلوں اور الوداع کہہ سکوں تو امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم مسجد اقصی کیوں جارہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں مسجد اقصیٰ کی فضیلت کی وجہ سے جا رہا ہوں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنا زاد سفر بیچ کر کھا لو اور اسی مسجد کوفہ میں نماز پڑھو بیشک اس میں فرض نماز کا پڑھنا مقبول حج کے برابر ہے اور نافلہ نماز مقبول عمرہ کے برابر ہے۔ (الکافی (ط - الإسلامیۃ)، ج۳، ص: ۴۹۱)
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ ع قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ لَأَعَدُّوا لَهُ الزَّادَ وَ الرَّوَاحِلَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ إِنَّ صَلَاةً فَرِيضَةً فِيهِ تَعْدِلُ حِجَّةً وَ (صَلَاةً نَافِلَةً) تَعْدِلُ عُمْرَةً. كتاب المزار- مناسك المزار(للمفيد) ص : ٧
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو مسجد کوفہ کی عظمت کا علم حاصل ہو جاتا تو وہ اس کے لئے دور دراز علاقوں سے بھی زادِ راہ جمع کرتے ، بے شک اس میں واجب نماز حج کے برابر ہے اور نافلہ نماز عمرہ کے برابر ہے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات

ترجمہ و ترتیب: شیخ قیصر عباس نجفی

سوال: کیا بڑے بیٹے پر ماں کے بھی قضاء روزے اور نمازیں واجب ہیں یا یہ حکم فقط باپ کے ساتھ خاص ہے؟
جواب: احتیاط کی بناء پر ماں اور باپ میں کوئی فرق نہیں لہٰذا ماں کی بھی قضاء نمازیں اور روزے بڑے بیٹے پر واجب ہیں۔ واللہ العالم

سوال: اگر میت کا بیٹا نہیں ہے تو کیا بیٹی پر قضا واجب ہے یا نہیں ؟
جواب: بیٹی پر قضا واجب نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: میرے والد فوت ہوگئے ہیں انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ آپ کسی شخص سے میری قضا نمازیں اور روزے رکھوائیں میں ان کا بڑا بیٹا ہوں اب میرا وظیفہ کیا ہے؟
جواب: آپ پر باپ کی وصیت کو پورا کرنا واجب ہے۔آپ کسی شخص کو اجیر بنائیں روزے اور قضاء کی نمازوں کی قضا کے لئے اور آپ سے وجوبِ قضا ساقط ہے۔ واللہ العالم

سوال: روزے کی حالت میں کونسے ٹیکے لگانا جائز ہے اور کونسے جائز نہیں ہیں؟
جواب: وہ ٹیکے جو عضو کو بے حس کر دیتے ہیں یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہ ٹیکے لگانا جائز ہیں اور لازم یہ ہے کہ ان ٹیکوں سے پرہیز کیا جائے جو غذا کے بجائے استعمال ہوتے ہیں ۔ واللہ العالم

سوال: روزے کا مقصد کیا ہے اگر تقویٰ حاصل کرنا ہے تو روزے میں وہ کیا خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہ کونسی خامیاں ہیں حرام چیزوں کے علاوہ جن کی وجہ سے روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں ؟
جواب: ہر فعلِ حرام سے دوری اور واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بد اخلاقی سے گریز اور ہمیشہ زبان پر استغفار یا درودِ بر محمد و آل محمد ﷺ جاری رہے ۔ تقویٰ کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اس لئے ہمارے مولا متقیوں کے امام ہیں اور روزہ انسان کو متقی ، خواہشاتِ نفسانی پر قابو اور دربارِ الٰہی میں نفس کو صحیح بندگی کی شکل میں پیش کرتا ہے اس وجہ سے روزہ متقی بننے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس معنیٰ کی طرف قرآن میں اشارہ ہوا ہے ۔ واللہ العالم

سوال: آخر روزے کو رمضان کے ساتھ کیوں مختص کیا گیا ہے؟
جواب: بیٹے سال کے ہر مہینے بلکہ ہر دن اور ہر گھڑی کی خاص خاصیتیں ہیں جن کو صرف خدا اور اس کے برگزیدہ معصومین علیہم السلام ہی جانتے ہیں اور انہی خواص کی وجہ سے واجبات اور مستحبات کا وقت معین ہے جیسے ڈاکٹر دعائیں استعمال کرنے کے لئے اوقات معین کرتا ہے۔ واللہ العالم

سوال: اگر روزہ دار غلطی سے کوئی چیز کھا پی لے تو کیا اس کا روزہ باطل ہوگا؟
جواب: نہیں غلطی سے کھا پی لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ واللہ العالم

سوال: ماہِ رمضان کے روزے سے بچنے کے لئے سفر جائز ہے؟
جواب: ماہِ رمضان کے روزے سے بچنے کے لئے سفر مکروہ ہے ۔ واللہ العالم

سوال: طاقت بخش گولیاں پائی جاتی ہیں جنہیں روزہ دار سحری کے وقت کھا لیتے ہیں اور ان گولیوں کو کھانے کی وجہ سے بھوک اور پیاس کا پتہ نہیں چلتا اب روزہ دار جانتا ہے کہ گولیاں طاقت بخش ہیں مگر اس کے باوجود وہ سحری کے وقت یہ گولیاں کھاتا ہے تو اس کا روزہ صحیح ہے یا باطل؟
جواب: فجرِ صادق سے پہلے تک ان گولیوں کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ واللہ العالم

سوال: اگر کوئی آدمی ناک کے ذریعے پانی حلق کے اندر داخل کرے تو اس کا کیا حکم ہے جب کہ وہ روزے سے ہے ؟
جواب: یہ گویا کہ ایسا ہے کہ جیسا انسان منہ کے ذریعے پانی پیئے تو اس سے اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ واللہ العالم

سوال: اگر انسان کسی تھیلے میں سر کو رکھے اور پھر سر کو پانی میں داخل کرتے تو کیا اس کا روزہ صحیح ہے؟
جواب: اس کا روزہ صحیح ہے۔ واللہ العالم

سوال: ایک انسان کی اپنی قضا نماز رہتی ہیں کیا وہ اجرت پر کسی اور کی نمازیں پڑھ سکتا یا وہ مستحبات انجام دے سکتا ہے اور اسی طرح اگر کسی کے اوپر قضا روزے واجب ہوں تو وہ اجرت پر کسی اور کے روزے رکھ سکتا ہے یا مستحب روزے رکھ سکتا ہے؟
جواب: نماز میں تو ایسا جائز ہے مگر جس کے اپنے قضا روزے رہتے

ہیں تو وہ اجرت پر کسی کے روزے رکھنا چاہتا ہے یا مستحب روزے رکھنا چاہتا ہے تو اسکے لئے مستحب روزہ رکھنا اور اجرت پر روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اجارہ کے روزے نہ رکھنے کا حکم احتیاط کی بنا پر ہے جبکہ مستحب روزے نہ رکھنے کا حکم فتوی کی بنا پر ہے۔ واللہ العالم

سوال: جو جان بوجھ کر روزے کو چھوڑ دے اس کے لئے کیا حکم ہے؟
جواب: اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں ۔ واللہ العالم

سوال: روزے کا کفارہ کیا ہے ؟
جواب: روزے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے یا ۶۰ مساکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا پھر ہر مسکین و فقیر کو چودہ چھٹانک گندم اور روٹی وغیرہ دے اور اگر یہ افعال انجام دینا اس کے لئے ممکن نہ ہوں تو احتیاط کی بنا پر اسے چاہئے کہ بقدرِ امکان صدقہ دے اور استغفار کرے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ جس وقت بھی قدرت رکھتا ہو کفارہ بھی دے ۔ واللہ العالم

سوال: کفارہ واجب کرنے میں کیا حکمت ہے ؟
جواب: یہ عبد کے لئے ایک دنیاوی سزا ہے جو اس نے نوامیس شرعیہ پر سرکشی کی ہے روزہ نہ رکھ کر جو خدا کی مخالفت کی ہے اس کی سزا ہے اور کفارہ اس لئے بھی واجب ہے کہ یہ کفارہ مکلفین کو کفارہ کے اقدام سے روکتا ہے ۔ واللہ العالم

سوال : کفارہ دینے والے پر اور اس کے غیر پر کفارہ دینے کے کیا فوائد مرتب ہوتے ہیں ؟
جواب: مصلحتِ واقعیہ تو فقط خدا جانتا ہے اور اہلبیت علیہم السلام مگر ظاہری منافع بہت سے ہیں جو کفارہ دینے پر مرتب ہوتے ہیں مثلا فقیروں کو کھانا ملتا ہے صبر کا درس ملتا ہے اور روزہ نہ رکھنے کی خطا اور اس کے بھاری پن اور گرانباری کا شعور ملتا ہے انسان مستقبل میں اس خطا سے رک جاتا ہے انسان دوسروں کو ڈراتا ہے کہ وہ موجبات کفارہ کا ارتکاب نہ کریں وغیرہ

سوال :روزے کے کیا فوائد ہیں؟
جواب :روزے کے بہت سارے فوائد ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں کہ روزے کے ذریعے انسان کے اندر شکر کرنے اور برائیوں سے بچنے اور صبر کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں امیر آدمیوں کو روزہ رکھ کر بھوک اور پیاس کی شدت اور تکلیف کا پتہ چلتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے غریب بھائیوں کی مدد کی رغبت ہوتی ہے روزہ انسان کے جسم کے اندرونی نظام کی اصلاح کرتا ہے اور جسم کے اندر نقصان دہ فاضل مادوں کو ختم کر دیتا ہے ۔

سوال: جو لعابِ دہن منہ کی فضا میں جمع ہوجاتاہے اس کو نگلنا جائز ہے ؟
جواب: لعابِ دہن یعنی تھوک کو نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ کثیر ہی کیوں نہ ہو اگر اپنے اختیار سے منہ میں جمع کی ہو تو

سماحة آیة اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

افضل یہ ہے کہ نہ نگلے۔

سوال: اعتکاف کس جگہ بیٹھنا چاہئے ؟
جواب: اعتکاف مسجد حرام ، مسجد نبوی ، مسجد کوفہ ، مسجد بصرہ اور شہر کی جامعہ مسجد میں بیٹھے ۔ واللہ العالم
سوال : اعتکاف بیٹھنے والا شخص آئینہ دیکھ سکتا ہے؟
جواب: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر زینت کے لئے کر رہا ہے تو اجتناب بہتر ہے۔ واللہ العالم
سوال : معتکف شخص انٹرنیٹ پر مجلس پڑھ سکتا ہے؟
جواب: کوئی حرج نہیں ۔ واللہ العالم
سوال: معتکف شخص مستحبی غسل اور وضو کے لئے خارج از محلِ اعتکاف جا سکتا ہے ؟
جواب: بقدرِ ضرورت کہ جس میں سوائے وضو غسل کے کوئی اور کام نہ کرے جا سکتا ہے۔ واللہ العالم

پاکستانی علماءِ کرام کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

پاکستان سے آئے ہوئے بزرگ علماءِ کرام نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ان سے ملاقات کی۔

ان علماءِ کرام میں جناب ِ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب علامہ سید حافظ ریاض حسین نجفی صاحب، حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی صاحب حجۃ الاسلام والمسلمین جناب شیخ حسن جعفری صاحب اور حجۃ الاسلام والمسلمین جناب منظور حسین عابدی صاحب شامل تھے۔

ان علماءِ کرام نے مختلف اوقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ کی زیارت کی اس ملاقات میں حجۃ الاسلام والمسلمین سید حافظ ریاض حسین نجفی اور مرجع عالی قدر کے درمیان علمی موضوع پر گفتگو ہوئی اور اسی طرح جناب مولانا منظور حسین عابدی صاحب اور مرجع عالی قدر دام ظلہ کے درمیان غیر معمولی نوعیت کے امور پر گفتگو ہوئی۔

اور مولانا منظور حسین عابدی صاحب جو کہ مرجع عالی قدر دام ظلہ کے بڑے بھائی ہیں ان سے مجلّہ صوت النجف الاشرف کی ٹیم نے بھی ملاقات کی جس میں انہوں نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کی پاکستان کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ اضافہ فرمایا کہ جب مرجع عالی قدر دام ظلہ پاکستان سے عراق آئے تو ان کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات پندرہ سال بعد ہوئی اس وقت عراق کے حالات علماء کے لئے انتہائی خطرناک تھے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مرجع عالی قدر دام ظلہ نے بہت محنت کی ہے اور آج اس مقام پر پہنچے اور جب قبلہ یہ الفاظ ادا کررہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو آرہے تھے۔ مولانا منظور حسین عابدی صاحب نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ بھی محنت کریں تاکہ آپ لوگ بھی ملت و مذہب کی اچھے طریقے سے خدمت کر سکیں۔

دہلی کے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

جھوٹ حافظے کو خراب کر دیتا ہے۔

ہندوستان کے شہر دہلی سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالیقدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالیقد دام ظلہ کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا اس وفد میں آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھا کہ وہاں کے مؤمنین کے پاس ضرورت سے زیادہ قرآن ہوں تو وہ ان کا کیا کریں تو اس سوال کے جواب میں مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ ان کو دوسری مساجد میں منتقل کریں اگرچہ وہ مساجد دور ہی کیوں نہ ہوں۔

اس وفد میں موجود لوگوں نے آپ کی صحت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں آپ کی صحت کے ساتھ زندہ ہوں۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے حافظہ کی تیزی کے بارے میں جب پوچھا گیا کہ تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمیا کہ آپ جھوٹ کو ترک کر دیں حتی کہ مذاق میں بھی جھوٹ مت بولیں حتی کہ چھوٹے

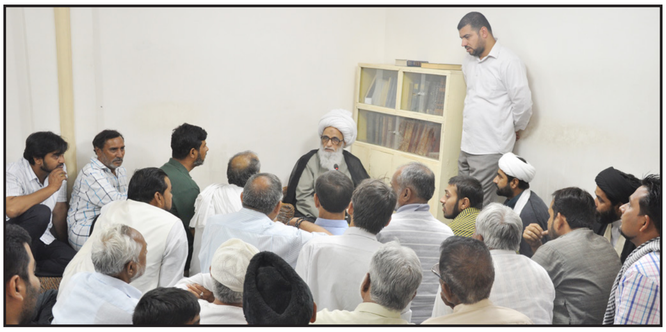

بچوں سے بھی جھوٹ مت بولیں۔ جھوٹ حافظے کو خراب کر دیتا ہے۔
مزید برآں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمیشہ محمد آل محمد پر صلوات پڑھتے رہو اس سے بھی حافظہ صحیح رہتا ہے۔ آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مؤمنین کرام! زیارت کے بعد آپ اپنے اندر اس طرح تبدیلی لائیں کہ آپ کے کردار سے زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی خوشبو آئے۔

صوبہ پنجاب کے شہر لاہور سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالیقدر سے ملاقات

یہ مولا کا احسان ہے جس نے آپ کو اپنی چوکھٹ چومنے کی اجازت دی ہے۔

صوبہ پنجاب کے مختلف شہر سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالیقدر سے نجف اشرف میں ملاقات کی.اس ملاقات کا مقصد مرجع عالیقدر دام ظلہ سے علمی استفادہ کرنا تھا اس ملاقات میں لاہور سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالیقدر دام ظلہ سے فقہی اور اخلاقی اورعقائدی سوال کئے اور مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مؤمنین کو جواب دیے۔ اس ملاقات میں پرائز بانڈز کے بارے میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ جو پرائز بانڈز پاکستان میں موجود ہیں ان کو خریدنا جائز ہے۔ اس ملاقات کے آخر میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مولا کا احسان ہے جس نے آپ کو اپنی چوکھٹ چومنے کی اجازت دی تو آئے میرے بیٹو، بھائیو، زیارت سے فارغ ہونے کے بعد خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرو اور امام کو گواہ بنا کر کہو کہ میں آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا اور مزید برآن مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات پر زور دیا کہ آپ مؤمنین کی خدمت کریں یہ باعث ثواب ہے اور بہترین عبادت ہے۔

پاکستانی طلاب کی طرف سے انعقاد کئے گئے جشن میں مرجع عالی قدر کے بیٹے الشیخ علی کی شرکت

امام سجاد علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر نجف اشرف میں پاکستانی طلاب کی طرف سے جشن کا اہتمام کیا گیا اس جشن میں الشیخ علی نے امام سجاد علیہ السلام کی عظمت پر روشنی ڈالی اورفرمایا کہ یہ ہمارے وہ امام ہیں جنہوں نے ہمیں دعا و عبادت کا سلیقہ سکھایا اس کے علاوہ شیخ علی نے ماہ شعبان کی عظمت کو بھی بیان فرمایا اور فرمایا کہ اس مہینے کی عظمت اور شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں جناب ابو الفضل عباس علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ یہ ماہ مغفرت و رحمت ہے اور طلاب کو نصیحت کرتے ہوئے جناب شیخ علی نے مزید فرمایا کہ آپ مختلف علاقوں سے یہاں علم حاصل کرنے آئے ہیں باب العلم کی بارگاہ میں کہ جہاں سونا عبادت ہے آپ لوگ مولا علی علیہ السلام کے جوار میں رہتے ہیں آپ کو اپنے علاقے کے مؤمنین کے لئے ایک ماڈل اور نمونہ ہونا چاہئے آپ کا ہر جگہ احترام ہوتا ہے کیونکہ آپ نجف اشرف میں رہتے ہیں آپ کا ہر لحہ تحصیلِ علم میں مصروف ہونا چاہئے ہم آپ کے خادم ہیں جس امر میں بھی آپ کو مشکل پیش آئے گی آپ کی خدمت کے لئے ہم موجود ہیں۔

رمضان كريم